اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب
الحمد للہ علی احسانہ کہ درین زمان مسعود اوان مجموعہ نسخہ نادر الوجود در بیان اذکار واشغال وعلم سلوک یعنی
کشکول کلیمی
١٣٥٤ھ
١٩٣٦ء
از حضرت قطب العالم شاہ کلیم اللہ جہان آبادی مع ترجمہ اردو حسب ایمای جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب
در مطبع مجتبائی دہلی مطبوع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ منتہ بہ علیہ والصلوۃ من لدیہ الیہ۔
امابعد کشکولے کہ لقماتش لطیفہ ربانیہ را طاقت
بخشد۔ ونفس ناطقہ را قوت دہد۔ و در پیکر
اسلام مجازی روح ایمانِ حقیقی در دمد۔ و
مردگانِ طبیعت را حیاتِ جاودانی ارزانی
دارد۔ و بیماران ہوائے نفسانی را بہ شفائے
رحمانی رساند۔ ورقے نے نے طبقے چند
است کہ آمودہ میگردد بتر نخستین اقسام ذکر
وانواع فکر کہ دریوزہ نمودہ است آنرا قسیم
ایں سطور کلیم اللہ از در اولی النعمۃ واصحاب
الکرم۔ برائے ہر ذی مخمصہ کہ در اشتہائے
صادقِ او خیالاتِ کذب محال و غذائے
جانِ آں صاحب ذوق خاص حلاوتِ وصال
بود۔ ہر لقمۂ ایں کشکولے طعمے دارد کہ مخصوص
مخموص گرسنہ باید کہ دیگرے را نشاید و ہر
کسرۂ نانش لذتے دارد کہ گوارا بذوق یکے
آید و دیگرے را بے مزہ نماید۔ پس قسمت
ایں گوناگوں کسرہ مفوض قلندر لسیتا
کہ از مذاق ایں طریقت بحقیقت کامگار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید
المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوۃ کے
یہ ایک کشکول ہے جس کے لقمے لطیفۂ ربانی کو طاقت
اور نفس ناطقہ کو قوت بخشتے ہیں اور مجازی اسلام
کے قالب میں حقیقی ایمان کی روح پھونک دیتے
ہیں اور مردہ طبیعت کو جاودانی زندگی عطا کرتے ہیں
اور ہوائے نفسانی کی بیماروں کو رحمانی شفا دیتے
ہیں یہ چند ورق نہیں بلکہ چند طبق ہیں کہ اقسام ذکر
اور انواع فکر سے بھرے گئے ہیں جنکو اس کتاب
کے لکھنے والے کلیم اللہ نے منعموں اور کریموں کے
دروازے سے بھیک مانگ کر جمع کیا ہے اُن لوگوں کے
لئے جن کی اشتہائے صادق میں کذب کا احتمال نہیں ہے
اور اُن با مذاق کیلئے جن کی جان کی غذا حلاوت
وصال ہے اس کشکول کے ہر لقمے میں ایسا مزہ ہے
کہ خاص بھوکوں کیلئے مخصوص ہے اور دوسرا اُسکے لائق
نہیں ہے اور اُسکے ہر ٹکڑے میں وہ لذت ہے کہ ایک کیلئے مزہ
دار ہے اور دوسرے کیلئے بے مزہ۔ پس اس رنگ برنگ
کے ٹکڑے کا حق اُن قلندروں کی قسمت کا ہے جو
اس طریقہ کے مذاق سے حقیقت کی جانب کا قصد

است - وبہر چرب وشیریں وخشک جویں
بارے تا در خور استعداد ہر طالبی نصیبش رساند
وبقدر حوصلہ ہر صاحب ذوقے ایں نعمت چشاند
قبل ازیں مرقعے در بیان تطوعات ودعوات
برائے عزات شہرستان شہود دوختہ بودم
تا کہ تن را بہ لباس التقویٰ پیراستہ دارند
امروز کہ غرۂ ذی قعدہ سنہ ۱۱۰۱ ہزار ویک صد
ویک است بالتماس بعضے محبان صمیمی لقمہا دریوزہ
دریں کشکول فراہم آوردہ تا اصحاب
ذوق وارباب شوق نصیب کامل وحظِّ
وافر بردارند - واین بے ہیچ را بدعائے
خیر امداد فرمایند۔ نَسْاَلُ اللّٰہَ اَنْ لَّا نَسْاَلَ
مِنْہُ اِلَّا اِیَّاہُ بِعِزِّ مَنِ اجْتَبَاہُ لِاَوَّلِیَّۃِ
التَّنَزُّلَاتِ وَاصْطَفَاہُ۔

رکھتے ہیں اور ہر قسم کی روکھی پھیکی چکنی چپڑی پر قناعت
کرتے ہیں تاکہ اپنی استعداد کے لائق ہر خدا کے طالب
کو حصہ پہنچائیں اور اپنے حوصلے کے موافق ہر ذوق
والوں کو یہ نعمت چکھائیں اس کے پہلے میں نے ایک
مرقع شہود کے شہریوں کے واسطے جو ننگے تھے
تیار کیا تھا تاکہ اُن کا تن لباس تقویٰ سے آراستہ
ہو جاوے آج کہ غرۂ ذیقعدہ سنہ ۱۱۰۱ گیارہ سو ایک
ہجری ہے بعض خالص دوستوں کی درخواست
سے کچھ لقمے دروازوں سے مانگ کر اس کشکول میں
جمع کئے ہیں تاکہ ذوق اور شوق والے لوگ اس سے
پورا پورا حصہ لیں اور میری مدد دعائے خیر سے کریں
اب ہمارا سوال حق تعالےٰ سے یہی ہے کہ جب ہم
مانگیں تو خدا ہی کو مانگیں بواسطہ اُس پیغمبر کے جس کو
اللہ تعالیٰ نے اولیت تنزل کیلئے برگزیدہ اور پسند فرمایا

تمہید

بدانکہ ایں رسالہ متنوع است بر یک مقدمہ
ودو وصل ویک خاتمہ وآں مذیَّنہ است بقول کلی

جاننا چاہیے کہ یہ رسالہ منقسم ہے ایک مقدمہ اور دو
وصل اور ایک خاتمہ پر جس کے ذیل میں قول کلی ہے

مقدمہ

اِعْلَمْ اَوْصَلَکَ اللّٰہُ اِلٰی اَعْلٰی مَدَارِجِ
الْعَارِفِیْنَ کہ آں وجود مطلق قبل ازیں
کہ معیتی بوجود ظلی کونی پیدا نماید مختفی
بود - وازاں بے نشاں نشان نبود بمقتضائے
محبت خود بخود ازاں صرافت

اے طالب خدا تجھکو اللہ تعالیٰ عارفوں کے اعلیٰ درجہ کو
پہونچادے جان لے کہ وہ وجود مطلق (باری تعالیٰ
قبل اس کے کہ مخلوقات کے وجود ظلی کے ساتھ
ہو پوشیدہ تھا اور اُس بے نشان کا نشان تک نہ تھا
اپنی محبت کے اقتضا سے خود بخود اُس صرافت سے

تنزیل بمراتب آلہی وکیانی فرمود و در ہر متعینے باعتبار تقید بذلک التعین باسم عاشق برآمده
وباعتبار رفع ذلک التعین باسم معشوق جلوه گر آمده پس کمال ہر تعین آنست کہ رجوع بآں اطلاق کند واز بیرنگی کہ برآمده باز بآں رسد وگفتگوئے ما در تعین حضرت انسان کہ مظہر جامع ذات وصفات آمده واز سائر تعینات بصفت حمل امانت ممتاز گردیده پس کمالش آنست کہ بسر حد فنا فے اللہ رسیده باقی ببقاء اللہ باشد۔

سیر اول سیر الی اللہ است و **سیر ثانی** فے اللہ و نہایت در اولست نہ در دوم؛
لقمہ وصل عبارت است از انقطاع عما سوئے اللہ وعدم التفات بہمہ اکوان و انہماک واستہلاک در بیرنگی محض و اطلاق صرف کہ مقدمۂ آں بیخودی وغیبت از جمیع حواس است کہ مشابہ حالت موت است الا آنکہ در موت حضور نیست و دریں نیست مگر حضور۔ وسالک چوں بایں سرحد رسد اسم ولایت مر او را مسلّم بود اگرچہ ایں حالت یکساعت ہم او را باشد باز اگر بصحو بر آید از اصحاب تمکین شد وایں افاقت گاه زود بخشد گاه دیر و اگر ہماں بیخودی و سکر گزارند

مراتب الٰہی اور کیانی کی جانب نزول فرمایا اور ہر متعین میں اُس تعین کی قید سے عاشق بنا۔ اور بلا تعین کے اعتبار سے معشوق ہوا اب ہر تعین کا کمال اسی میں ہے کہ اُسی اطلاق پر پہونچے اور بیرنگی سے جو نکل پڑا تھا پھر اُس میں جا ملے۔ اور ہمارا کلام صرف تعین خاص حضرت انسان میں ہے جو ذات اور صفات کا مظہر جامع اور ساری تعینات کے اندر بار امانت کے اُٹھانے میں ممتاز ہے پس کمال انسانی اسی میں ہے کہ فنا فی اللہ کی سرحد میں پہونچکر بقا باللہ میں باقی رہے

سیر اول میں سیر الی اللہ کا بیان ہے اور **سیر ثانی** میں سیر فی اللہ کا۔ اور انتہا کمال پہلی سیر میں ہے دوسری میں نہیں ہے **لقمہ** وصل مراد ہے اس سے کہ اللہ تعالی کے ماسوا سے قطع تعلق کرنا اور تمام مخلوقات کی طرف توجہ نہ کرنا اور عبادت میں کوشش کرنا اور بیرنگی محض اور اطلاق صرف میں فنا ہونا جسکا پہلا درجہ بیخودی ہے اور تمام حواس سے غیبت ہے جو موت کے مشابہ ہے مگر موت میں حضور نہیں ہے اور اس میں حضور ہی حضور ہے اور سالک جب اس سرحد پر پہونچے تو ولایت اُس کے حوالہ ہوتی ہے۔ گو یہ حالت اُس کی ایک ساعت بھر کے لئے ہو پھر اگر درست حالت پر ہو تو اُسکو اصحاب تمکین کہتے ہیں اور یہ حالت کبھی جلد پیدا ہوتی کبھی دیر میں اور اگر اُسی بیخودی اور سکر میں رہے

از ارباب تلوین ماند پس در سلوک چون
مد نظر سالک محض اضمحلال در مشاہدۂ ذات
بیرنگ باشد سلوکش تمام تر آید و اگر چپ و
راست نظر افگند و در کشف تعینات دیگر
آویزد از جادۂ مستقیم دور افتادہ بود

لقمہ

بدانکہ در کتب سلوک ہر مقامے را بوصفے
و نعتے موشح بینی کہ دل ہماں خواہد کہ بغیر آں
نخواہد و ہمت بورزش آں استوار گردانی
کہ بعجز او نیاساید و طلب الکل فوت الکل است
پس مذبذب گردی کہ کدام مقام را در پیش
گیری و ورزش آں مقام داری و ہر احدے
را در اختیار و ایثار شانے است و ما نزد
ایں بے ہیچ مختار آنست کہ سالک ہمت
تمامی ہمت خود معطوف آں دارد کہ بعد
ادائے فرائض و سنن موکدہ و زوائد
پیوستہ بتوحید عزیمت نماید و در مقام ذکر
و فکر و انس باشد و چندگاہ انہماک در کثرت
نوافل و تلاوت قرآن و تسابیح و اوراد و دعوات
و ادخار موارد ثواب کند و تزئین عبارات
و اشارات و جمیع مواطن خیرات یکسو نہد و
شب و روز در افنائے ہستی موہوم خویش کوشد
تا جاذبۂ عنایت ازلی اورا از خود

تو اسکو ارباب تلوین کہتے ہیں پس سلوک میں جب
سالک کو مد نظر محض فنا ذات بیرنگ کے مشاہدہ کا
ہو تو اُس کا سلوک پورا ہے اور اگر دلہنے بائیں دیکھنے
لگے اور دوسرے تعینات کے کشف میں پھنسے گا
تو سیدھی راہ سے دور پڑ جائے گا لقمہ جاننا چاہیے
کہ کتب سلوک میں جس مقام کو جس ڈھنگ اور عنوان
سے آراستہ پاوے کہ دل اُسکے سوا دوسرے
کی طرف مائل نہ ہو اور اُس کے اختیار کرنے میں ہمت
مستحکم ہووے کہ بلا حصول اُسکے آرام نہ ملے اور
طلب اُس کا فوت کل کا ہے اس باعث سے اُسکے
اختیار کرنے میں تذبذب میں پڑ جائے اور مقدم
کرنے میں اُس کے متردد ہو جائے اور ہر کسیکو
اُس کے اختیار کرنے میں ایک نشان ہے مگر میرے
نزدیک مختار یہ ہے کہ سالک اپنی پوری ہمت اس
جانب پھیرے کہ فرائض اور سنن موکدہ اور سنن زوائد
سے فارغ ہو کر (کلمہ) توحید کی طرف متوجہ ہو اور
ذکر اور فکر اور اُنس کے مقام میں مستعد رہے اور چند
روز نوافل اور تلاوت قرآن اور تسبیح اور وظیفہ اور دعا
کی کثرت اختیار کرے اور ثواب کا ذخیرہ پیدا کرے
اور عبارات اور اشارات اور تمام اعمال خیر کی تزئین
سے کنارہ کشی کرے اور رات دن اپنی موہوم ہستی
کی فنا میں کوشش کرے تب امید ہے کہ عنایت
ازلی کا جذبہ اُس شخص کو خودی سے

بر بایدو بسرحد فناء الفنا و منہ الی بقاء البقاء رساند تا ذات ذاتِ او نگردد وصف صفت او نبیند و اثر اثر او نیابد و فعل فعل او نداند و آنچہ ممد ایں کار بود پردازد و از انچہ مخل ایں امر باشد نپردازد کہ بازگشت ہر صاحب شغلے بدیں است و متفق علیہ جمیع سلاسل ایں پس طالب وصل را واجب است کہ از ارتکاب آں مشغولی کہ او را از خود بربایدو ہیچ امر دریں باب چوں ذکر و فکر نیست۔ اما مقدم دارد بعضے اقسام ذکر را بر بعضے کہ ترتیب مشائخ چنیں بودہ است لقمہ کلام مشائخ در حدود اقسام ذکر و فکر بغایت مختلف است لیکن عمدہ قول ابی عبدالرحمن السلمی است کہ گفت ذکر بر چند قسم است یکے ذکر لسان است و آں ظاہر ست و یکے ذکر قلب است و آں تصفیہ کردن دل است از ہواجس نفسانی و وساوس شیطانی جہت انہماک در ذکر حق تعالیٰ و یکے ذکر سر است و آں پر کردن باطن است تا ہرگز راہ نیابد خواطر ہنگامیکہ ارادہ میکند ورود او و ازیں معلوم شد کہ ذکر سر اثر ذکر قلب است و سر لطیفہ ایست فوق قلب و دوام حضور از مقتضیات سر است و قلب بسبب تقلبانی کہ دارد مساعدت دوام حضور نمی آید و یکے ذکر روح است

فعل او و داند و باثر از او بیابد

نکالکر فناء الفنا تک اور اس سے آگے بقاء البقا کی سرحد تک پہونچادے گا تو خدا ہی کی ذات کو اور اسی کی صفت کو دیکھیگا اور تمام اسی کا اثر پائیگا اور سب فعل اسی کا معلوم ہوگا اور جو اعمال اس کام کے معین ہوں اختیار کرے اور مخل سے بچتا رہے کہ تمام اہل شغل کا یہی مرجع ہے اور تمام سلسلہ کے لوگوں کا اسپر اتفاق ہے پس طالب وصل کو لازم ہی کہ ایسے اشغال کو اختیار کرے جس سے بیخودی پیدا ہو اس باب میں ذکر اور فکر سے بڑھکر کوئی عمل نہیں ہے لیکن ذکر کے بعض اقسام ہیں کہ بعض بعض پر مقدم ہیں اور مشائخ نے اسی ترتیب سے اسکو رکھا ہی لقمہ مشائخ رحمہم اللہ کا کلام تعریف میں اقسام ذکر اور فکر کے بہت مختلف ہے لیکن عمدہ قول ابی عبدالرحمن السلمیؒ کا ہی فرماتی ہیں کہ ذکر چند قسم پر ہے ایک ذکر زبانی ہی اور یہ تو ظاہر ہے اور ایک ذکر دل کا ہے جو نفسانی خطرے اور شیطانی وسوسہ سے دل کی صفائی کرتا ہے تاکہ حق تعالیٰ کے ذکر میں انہماک پیدا ہو اور ایک ذکر سر کا ہے جو باطن کو اس طرح بھرتا ہے کہ اگر کوئی خطرہ دل میں آنیکا ارادہ کرے تو ہرگز نہ آسکے اس سے معلوم ہوا کہ ذکر سر ذکر قلب کا اثر ہے اور سر ایک لطیفہ ہے جو فوق قلب ہے اور دائمی حضور سر کا مقتضا ہی اور ذکر قلب میں چونکہ ہر وقت انقلاب ہے اسواسطے اس سے حضور دائمی نہیں ہوتا اور ایک ذکر روح ہے

وآں فانی شدن ذاکر است از صفت خویش چوں می بیند کہ حق تعالےٰ امر آں ذاکر را ذکر مے کند پس باقی نمی ماند مر او را ذکر و نہ حال و نہ وصف برائے علم آنکس برایں کہ حق تعالیٰ ذاکر است او را قبل از ینکہ ذکر بکند ذاکر مر حق تعالےٰ را شعر عجب است با وجودت کہ وجود من بماند ؛ تو بگفتن اندر آئی مارا سخن بماند ؛ باز گفت ہمچنیں فکر نیز اقسام است یکے تفکر سالک است در آنچہ جاری مے شود بروے از مخالفات و معاصی و عجز ازیں اداے حقوق حق تعالےٰ۔ و یکے تفکر سالک است در آنچہ خدائے تعالےٰ با او احسان و الطاف نمودہ وایں در مقابل آں ترک شکر کردہ و در ینکہ اگر شکر بکند ہم ناقص و قاصر خواہد بود و یکے تفکر اوست در سابق ازل وَجَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِمَّا السَّعَادَةُ وَإِمَّا الشَّقَاوَةُ و در لاحق آں سابق جلوہ نماید و یکے تفکر اوست در بدائع و صنائع ملکی و ملکوتی و ازیں مطابقۃ استیلاء عظمت و کبریاء حق تعالےٰ بر دلش تازہ گردد پس یاد کند وعدہ و بند را

جس سے ذاکر اپنی صفت سے فنا ہو جاتا ہے جب ذاکر کو معلوم ہوتا ہے کہ خود حق تعالیٰ اُس کا ذکر کرتا ہے تو اُسکا نہ ذکر باقی رہتا ہے نہ حال اور نہ وصف اسوجہ سے کہ وہ اس بات کو جانتا ہے کہ میرے ذکر کرنے سے پہلے ہی میرا ذکر اللہ تعالیٰ کرتا ہے ؎ عجب است باوجودت کہ وجود من بماند ؛ تو بگفتن اندر آئی مارا سخن بماند یعنی تعجب کی بات ہے کہ تیرے وجود کے سامنے میرا وجود باقی رہے اور جب تو بات کرنے لگے تو میں بول سکوں۔ اس کے بعد ابو عبدالرحمٰن اسلمی فرماتے ہیں کہ جیسے ذکر کے چند اقسام ہیں اسی طرح فکر کے بھی چند قسم ہیں ایک سالک کا تفکر ہے جو گناہ اور مخالفات کے خیال میں اور حق تعالیٰ کے حقوق نہ ادا کر سکنے ہوتا ہے اور ایک اسکا تفکر وہ ہے کہ حق تعالیٰ کا احسان اور اُس کے کرم کا شکر ادا نہ کیا اور جو ادا بھی کیا تو اُس احسان کے مقابلہ میں بہت کم اور ناقص سا اور ایک اس کا تفکر اس بات کا جو ازل میں ہو چکی ہے اور اب اُسکا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے جف القلم بما ہو کائن اما السعادۃ واما الشقاوۃ یعنی ہونے والی چیزوں کو لکھکر قلم سوکھ گیا اب یا سعادت ہے یا شقاوت اور ایک اُس کا تفکر ملکی اور ملکوتی صنائع اور بدائع میں ہے جس سے حق تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا دبدبہ سالک کے دل پر تازہ ہو جاتا ہے اور جس سے وعدہ وعید اُسے یاد آجاتے

را باز گفت بدانکہ جلیس متفکر نفس است و
جلیس ذاکر حق تعالے است و لہذا ائمہ ذکر را
بر فکر ترجیح دادہ اند انتہی کلامہ وایضاً ذکر
صفت حق تعالیٰ است بخلاف فکر پس آنچہ
صفت اوست اتم است و آنچہ صفت او
نیست ناقص و ذاکر در حقیقت راجع بسوئے
ذات حق تعالے است چہ ذکر نتیجہ معرفت
و محبت است و متفکر در مطالبہ نفس و وقت
و حال و قلت و کثرت و زیادت و نقصان
و محاسبہ انفاس خویش است و بالجملہ ذکر مستنتج
فکر است و فکر مستنتج ذکر لیکن ذکر اتم و اعلےٰ
و اصفےٰ از فکر است چہ فکر مقدمہ توبہ است
و ذکر مقدمہ وصول است حق تعالیٰ فاذکرونی
اذکرکم گفت پس خود را بذکر موصوف ساخت
نہ بفکر تتمہ عارف ربانی عبدالکریم جیلی ثم
الزبیدی مے گوید علامت آں کسیکہ اورا
ذکر قلب حاصل ست آنست کہ بشنود
از ہمہ اشیا یا از بعض اشیا ذکریکہ ذاکر است
بآں ذاکر در ہمہ اوقات یا اکثر اوقات
بر قدر ملبوس آں ذاکر و تمکن او در آں مقام و
علامت آنکہ مر اورا ذکر روح ست آنست کہ
بشنود از ہمہ اشیا تسبیح مخصوص و نہ بیند فاعلیت غیر سبحانہ
و تعالیٰ و احمد بن غیلان مکی گوید کہ ذکر قلب استوار حضور حق

ہیں۔ اسکے بعد پھر حضرت ابو عبدالرحمٰن اسلمی فرماتے ہیں
کہ جاننا چاہیئے کہ متفکر کا جلیس نفس ہے اور ذاکر کا جلیس
حق تعالیٰ ہے اسیواسطے اماموں نے ذکر کو فکر پر
ترجیح دی ہے یہانتک ابو عبدالرحمٰن اسلمی کا قول تمام ہوا
اور ایک دلیل ذکر کے فکر پر ترجیح ہونیکی یہ بھی ہے کہ ذکر حق
تعالیٰ کی صفت ہے اور فکر ایسا نہیں ہے تو جو اسکی صفت ہے
ضرور کامل ہے اور جو اسکی صفت نہیں ہے وہ ناقص ہے
اور ذاکر فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف راجع ہے کیونکہ
معرفت اور محبت کا نتیجہ ذکر ہی ہے اور متفکر اپنے نفس اور وقت
اور حال اور قلت اور کثرت اور زیادتی اور نقصان کا مطالبہ
اور انفس کا محاسبہ کرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ذکر فکر کے تابع
ہے اور فکر ذکر کے مگر ذکر فکر سے بہت کامل اور اعلیٰ اور اصفےٰ
ہے کیونکہ فکر توبہ کا مقدمہ ہے اور ذکر اللہ تعالیٰ کے وصول
کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذکرونی اذکرکم یعنی تم میرا ذکر کرو میں
تمہارا ذکر کروں یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے تئیں ذاکر کہا متفکر
نہیں کہا تتمہ عارف ربانی حضرت عبدالکریم گیلانی زبیدی
فرماتے ہیں کہ جسکو ذکر قلب حاصل ہوگیا ہے اس کی یہ علامت
ہے کہ ذاکر اپنے ذکر کو ہر وقت یا بعض وقت بقدر اپنی
قوت اور استعداد کے تمام چیز یا بعض چیز سے سنتا
ہے اور جسکو ذکر روح حاصل ہوگیا اس کی نشانی یہ ہے
کہ تمام چیز سے تسبیحات مخصوصہ سنتا ہے اور سوائے
حق تعالے کے فاعل کسیکو نہیں دیکھتا۔ احمد بن غیلان
مکی فرماتے ہیں کہ ذکر قلب میں حضور حق اور حضور

وخلق است وذکر روح غلبہ حضور حق بہ نسبت حضور خلق وذکر سر این است کہ نباشد مراورا حضوری غیب حضور حضرت حق وذکر خفی اینست کہ مختفی شود وجود در روح چون خفاء کون در سر انتہیٰ کلامہم قدس اسرارہم
لقمہ بدانکہ ذکر ضد نسیان است پس آنچہ ترا ازان یاد مقصود حاصل شود توسل والتفات بآن عبادت است سَوَاءٌ کَانَ اِسْمًا اَوْ رَسْمًا اَوْ فِعْلًا اَوْ جِسْمًا اَوْ جِسْمَانِیًّا اَوْ مُجَرَّدًا اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ ؕ و آنچہ ترا ازان نسیان مقصود حاصل شود توسل والتفات بآن ضلالت و بطالت بود سَوَاءٌ کَانَ اِسْمًا اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ پس ہمہ افعال واقوال واحوال صوفی بشرط تذکر و تیقظ و انتباہ ہمہ ذکر است وبشرط عدم

بیت

گر با تو بوم مجاز من جملہ نماز ؛ گر بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

لقمہ

بدانکہ بعضے گویند اقسام ذکر بسیار است ذکر لسان بجہر یا بخفیہ ذکر قلب ذکر روح ذکر سر ذکر خفی ذکر اخفی ذکر اخفی الخفی ذکر لسان لفظی است کہ معتبر است در وے ہیئت حروف وتقدم وتاخر بعضہا علی بعض و حرکات وسکنات این را اگر بصوت یاد کنند

خلق برابر ہے اور ذکر روح میں حضور خلق کی نسبت حضور حق کو غلبہ ہے اور ذکر سر یہ ہے کہ ذاکر کو سوائے حضور حق کے کوئی حضور نہیں ہوتا اور ذکر خفی یہ ہے کہ وجود روح میں چھپ جاتا ہے جیسے مخلوقات ذکر سر میں چھپ جاتے ہیں ختم ہوا کلام حضرت احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کا
لقمہ جاننا چاہیئے کہ ذکر نسیان کی ضد ہے تو پھر جس سے مقصود کی یاد حاصل ہو اُسکا وسیلہ پکڑنا اور اسکی طرف متوجہ ہونا عبادت ہے خواہ وہ شئی اسم ہو یا رسم فعل ہو یا جسم یا جسمانی ہو یا مجرد یا اسکے سوا اور کچھ ہو اور جس سے مقصود بھول جائے اس کا وسیلہ پکڑنا اور اس کی طرف متوجہ ہونا گمراہی اور بطالت ہے چاہے وہ شے اسم ہو یا اُسکے سوا اور کچھ ہو پس صوفی کے تمام افعال اور اقوال بشرطیکہ اُنسے یاد اور بیداری اور آگاہی ہو وہ ذکر ہیں اور جو ایسے نہ ہوں وہ ذکر نہیں ہیں بیت ۔
گر با تو بوم مجاز من جملہ نماز ؛ گر بے تو بوم نماز من جملہ مجاز
یعنی اگر میں تیرے ساتھ ہوں تو میری مجاز ساری نماز ہے اور اگر بے تیرے ہوں تو میری نماز ساری مجاز ہے
لقمہ جاننا چاہیئے کہ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ ذکر کے بہت سے اقسام ہیں ذکر لسان[۱] خواہ زور سے ہو یا آہستہ سے ذکر قلب[۲] ذکر روح[۳] ذکر سر[۴] ذکر خفی[۵] ذکر اخفی[۶] ذکر اخفی الخفی۔ ذکر لسان لفظی ہے کہ جس میں حروف کی ہیئت اور بعضے حروف کی بعض پر تقدیم وتاخیر اور حرکات و سکنات معتبر ہیں اگر ان کو آواز سے ادا کریں تو

جہر شود و بے صوت گویند خفیہ باشد
و ذکر قلب مطالعۂ لفظ است یا حضور مدلول
و آں اسم است بے اعتبار تقدم
و تاخر و حرکات و سکنات بل حضور آں
اسم است یک مرتبہ مرتبۃ الحروف و
الحرکات والسکنات و ذکر روح فراموشی
ازاں لفظ اسم است و حضور مسمیٰ و ایں
متفاوت است بحسب حالات ذاکرین
بعضے را گاہ باشد و اکثر نباشد و بعضے را عکس ایں و
بعضے را دوام لیکن دانند کہ ما ذاکریم و ذکرے درمیان داریم و
مذکور مقصود ماست کہ حاضر است پیش بصیرت
ما و ایں ہنوز انحطاط دارد و نہایت آنست
کہ ذکر و ذاکر نیز از میان برخیزد و برداشتہ
گردد و غیر مذکور معلوم و مفہوم نماند و لذت ذکر نیز
برخیزد و علم بایں لذت نیز نماند و
اخفیٰ و اخفیٰ اخفیٰ نیز ایں مقام دارند و بواقی
برایں مراتب کہ گفتہ شد فرود آرند

لقمہ

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ میفرمایند
کہ ذکر بر چہار وجہ است اول لسان ذاکر
است و دل غافل ست در معدن المعانی
دوم زبان ذاکر ست و دل با او یار است

جہر ہے اور بے آواز کے خفی ہے اور ذکر قلب لفظ کا
مطالعہ کرنا یا اسم کے معنی کو دل میں حاضر رکھنا ہے بلا لحاظ تقدم
اور تاخر اور حرکات اور سکنات حروف کے بلکہ یکمرتبہ اس
اسم کے حروف اور حرکات اور سکنات کو دل میں حاضر
کر لینا ہے اور ذکر روح اُس اسم کے لفظ کی فراموشی اور
اُسکے مسمیٰ کو دل میں حاضر کر لینے کا نام ہے اور یہ ذکر
ذاکرین کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتے
ہیں بعضے کو کبھی ہو جاتا ہے اور اکثر نہیں ہوتا ہے
اور بعضوں کو اس کے برعکس (اکثر ہوتا ہے اور کبھی نہیں
بھی ہوتا) اور بعضوں کو ہمیشہ ہوا کرتا ہے لیکن ان
لوگوں کو خبر رہتی ہے کہ ہم ذاکر ہیں اور ہمارے اور مذکور
کے درمیان میں ذکر ہی ہے اور ہمارا مقصود مذکور ہے
جو ہماری بصیرت کے سامنے حاضر ہے اور یہ ابتک انحطاط
کے درجہ میں ہے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ذکر اور ذاکر کا
نام و نشان بھی درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور مذکور کے
سوا کچھ بھی جاننا بوجھنا نہیں اور ذکر کی لذت بھی نہیں
رہتی اور اس لذت کو جانتا بھی نہیں اور ذکر اخفیٰ اور
جو باقی ہیں اُن کو اُنھیں مراتب پر جو مذکور ہوئے محمول
کرتے ہیں لقمہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری
فرماتے ہیں کہ ذکر چار طور پر ہے اول معانی کی
معدن میں زبان ذاکر ہے اور دل غافل ہے
دوسرے زبان ذاکر ہے اور دل بھی اسکے موافق ہے

اینقدر ہست کہ دل گاہ گاہ غافل می شود
بخلاف زبان سوم موافقت دارد زبان با دل
و دل با زبان لیکن گاہ گاہ ہر دو غافل
می شوند چہارم زبان غافل و عاطل
باشد و دل ذاکر و حاضر باشد و این انتہائے
مقامات ست تمام کار ضروری حضور و آگاہی
ست و این است حقیقت ذکر و حاصل می شود
ذاکر را دریں مرتبہ سماع صوت دل خویش و
نمی شنود آن صوت غیر ذاکر انتہی کلامہ
لقمہ۔ بعضے فرمودہ اند کہ اصلح بحال مبتدی
ذکر ست و بحال متوسط تلاوت قرآن و بحال
منتہی نماز نفل۔ اما مختار این بےہیچ آنست
کہ اقتصار بر ملازمت ذکر خفی و تصفیہ دل از
نقوش اغیار و عدم التفات بماسوے و توجہ
و عزیمت البوتے حضور و انس و فنا در حضرت
قدس و محویت دریں و محو و طمس و طلس
دریں کار اقرب اقارب و اوصل واصل ست
اگرچہ دانم کہ اکثر انواع عبادات از و فوت
می شود لیکن چہ باک کہ ایشان را ایں طور جابر
المہر نقصان است لقمہ و ما ایجاب بعضے
آداب ذکر بیان کنیم بدانکہ آداب ذکر را در منہج
السالک الی اشرف المسالک بست آداب تعداد
نمودند پنج قبل از شروع در ذکر و دوازدہ وقت ذکر و سہ

لیکن اتنا ہے کہ دل کبھی کبھی غافل ہو جاتا ہے مگر زبان
کا ذکر نہیں جاتا تیسرے زبان دل سے اور دل زبان سے
موافق ہے لیکن کبھی کبھی دونوں غافل ہو جاتے ہیں چوتھے
زبان غافل اور بیکار ہوتی ہے مگر دل ذاکر اور حاضر
رہتا ہے اور یہ اعلیٰ درجہ مقامات کا ہے یہاں پر سارا
ضروری کام حضور اور آگاہی ہے اور یہی ذکر کی حقیقت
ہے اور ذاکر کو اس مقام میں بھی وہ رتبہ حاصل ہو جاتا
ہے کہ اپنے دل کی آواز کو سنتا ہے اور ذاکر کے ماسوا
کوئی اس آواز کو نہیں سن سکتا ختم ہوا شیخ کا کلام
لقمہ۔ بعضے فرماتے ہیں کہ مبتدی کے لائق ذکر ہے اور متوسط
کے مناسب تلاوت قرآن اور منتہی کے واسطے نماز نفل ہے
لیکن میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ ذکر خفی پر فقط ملازمت
کرنا اور غیروں کے نقوش سے دل کو صاف رکھنا اور خدا کی
سوا کی طرف توجہ نہ کرنا اور یکسوئی اور مصمم قصد کر لینا حضور
کی طرف اور حضرت قدس میں انس حاصل کرنا اور فنا ہونا اور
اسی میں محو ہو جانا اور اسی کا ذلیل اپنے کو مٹا دینا اقرب
الی المقصود اور اوصل الی المطلوب ہے اگرچہ مجھے معلوم ہے
کہ اکثر قسم کی عبادات اس صورت میں فوت ہو جائینگی لیکن
کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ طور اس کا ہر نقصان کو رفع کر دیگا
لقمہ۔ اب ہم ذکر کے چند آداب بیان کرتے ہیں
جاننا چاہیے کہ کتاب منہج السالک الی اشرف المسالک
میں آداب ذکر کو بیس عدد لکھا ہے پانچ ذکر کے شروع
کرنے سے پہلے اور بارہ ذکر کے وقت میں اور تین اسکے

بعد از ذکر اما قبلی پس آن توبہ و اطمینان و طہارت و استمداد از شیخ و علم آنکہ استمداد از شیخ استمداد بہ پیغمبر است صلے اللہ علیہ وسلم و آں استمداد بحضرت حق است جل و علا۔ اما جنبی پس آن تربیع یا قعدہ صلوٰۃ و وضع و وکف بر دوران و تعطیر مجلس ذکر و لبس ثیاب طاہر و تاریکی حجرہ و پوشیدن ہر دو چشم و محکم بستن سوراخ ہر دو گوش و احضار صورت شیخ و این او کد شرائط است و صدق در ظاہر و باطن و اخلاص و مراد از صدق اینجا عدم مبالغہ عمل خود است بغیر حق تعالی۔ و از اخلاص عدم ریا و سمعہ و اختیار کلمہ توحید بر غیر آن از اذکار و احضار معنی این کلمہ در ہر بار بسبب نفی کردن ہر موجودی را از ساحت حضور بمراقبہ موجود حقیقی۔ و این بیہیچ می گوید این شرط نیز از او کد شروط است و دخل در کار۔ و اما بعدیے پس آن خاموشی بعد ذکر تا دیرے و حبس نفس و عدم استعمال مبردات مثل مارد ہوائے خنک تا سرد کنند حرارت دل را و صاحب منہج

بعد لیکن جو ذکر سے پہلے ہیں وہ یہ ہیں توبہ کرنا اور دل کو مطمئن رکھنا اور طہارت حاصل کرنا اور شیخ سے مدد لینا اور یہ بات جاننا کہ شیخ سے مدد لینا گویا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لینا ہے اور وہ حضرت حق جل و علا ہے لیکن وہ آداب جو ذکر کے وقت میں ہیں وہ یہ ہیں دو زانو بیٹھنا جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں اور دونو ہاتھ دونو ران پر رکھنا اور ذکر کی مجلس کو خوشبودار کرنا اور پاک کپڑا پہننا اور حجرہ کا تاریک ہونا اور دونو آنکھوں کا اور کان کے دونوں سوراخ کو بند کرنا اور شیخ کی صورت دل میں حاضر رکھنا اور ظاہر و باطن صدق اور خلوص اور فقط کلمہ توحید کا اختیار کر لینا اور کلمہ توحید کے معنی کو ہر بار ذہن میں رکھنا کہ موجود حقیقی کے موجود ہوتے ہوئے ہر وہی موجودات معدوم ہے مراد صدق سے یہاں پر یہ ہے کہ حق تعالی ہی کے لئے اپنے اعمال میں مبالغہ کرے اور اخلاص سے مراد یہ ہے کہ ریا کاری اور دکھاوے کے واسطے نہ کرے اور شرائط میں جو شیخ کی صورت دل میں حاضر کرنی اور کلمہ کے معنے کو ذہن میں رکھنے کو کہا گیا ہے یہ دونوں ضروری شرط ہیں اور بر آمد حاجات میں اسکو بڑا دخل ہے۔ اب جو ذکر کے بعد کے آداب ہیں وہ یہ ہیں کہ ذکر کے بعد دیر تک چپکا رہنا اور سانس کو روک رکھنا اور سرد جیسے پانی اور سرد ہوا کا استعمال نہ کرنا کیونکہ اس سے دل کی حرارت فرو ہو جاتی ہے اور منہج السالک

بعضے فوائد این ذکر نوشتہ از انجملہ آنست کہ
ذکر کلمہ توحید انس بحضرت قدس می بخشد
پس آنکہ ذکرش زیادہ بود و زیادتی در انس
نیابد غافل ست مر بعضے شروط را احتیاط
کند و از سر گیرد۔ و ابن عطاء اللہ شاذلی
رحمۃ اللہ تعالے علیہ گوید کہ لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ گوید عرش
عظیم بحرکت در آید ازین جہ اصل
این کلمہ از جبروت است و مر او را نسبتے
است بملک و صعود یست بملکوت و متعلق
بحقائق عالم نیست و از انجملہ آنست کہ ہر کہ
ہر صباح بطہارت ہزار بار گوید آسان شود
بروئے اسباب رزق۔ و این بے ہیچ میگوید
شاید مراد از رزق عام تر است از آنکہ روحانی
باشد یا جسمانی و از انجملہ آنست کہ چون کسے نزد
خواب رفتن ہزار بار گوید بیتوتت کند روح او تحت
عرش و قوت خورد بحسب قوت خویش۔ و از انجملہ
آنست کہ چون کسے بگوید ہزار بار بوقت استوا
شکست خورد شیطان از باطن وی و از انجملہ آنست
کہ ہر کہ بگوید ہزار بار نزد دیدن ہلال حفظ کند
اورا اللہ تعالے از جمیع اسقام و از انجملہ
آنست کہ ہر کہ ہزار بار بگوید نزد داخل
شدن در شہر یا خروج از شہر خدائے تعالے

مصنف نے اس کے بعد اس ذکر کے چند فائدے بھی لکھے
ہیں انمیں سے ایک یہ ہے کہ کلمۂ توحید کا ذکر حضرت قدس
میں انسیت پیدا کرتا ہے پھر جو کوئی ذکر زیادہ کرے اور
انس حضرت قدس کا زیادہ نہ ہو تو جانے کہ ضرور اسے
کچھ شرائط کو چھوڑ دیا ہے پس انکو اختیار کرنا چاہیئے
اور از سر نو شروع کرنا چاہیئے۔ اور ابن عطاء اللہ شاذلی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کہتا ہے تو عرش عظیم ہلنے لگتا ہے اس کی وجہ یہ ہے
کہ یہ کلمہ جبروتی ہے اور اس کو ملک کے ساتھ نسبت ہے
اور ملکوت پر جا لگتا ہے اور عالم کی حقیقت سے اس کو کچھ
تعلق نہیں ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص صبح
کے وقت طہارت کے ساتھ ہزار مرتبہ پڑھیگا اللہ تعالے
روزی کے اسباب اسپر آسان کر دیتا ہے۔ حضرت مصنف
اس رسالہ کے فرماتے ہیں کہ غالباً روزی سے مراد عام
ہو خواہ روحانی ہو یا جسمانی۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص
ہزار مرتبہ پڑھکر سو رہے اس کی روح عرش کے نیچے
پہونچکر اپنی قوت کے موافق روزی پاویگی۔ چوتھا فائدہ
یہ ہے کہ جو شخص دوپہر کے وقت ہزار مرتبہ پڑھ لے
تو اسکے باطن سے غلبہ شیطانی جاتا رہے گا۔ پانچواں فائدہ
یہ ہے کہ جو شخص ہلال دیکھنے وقت ہزار مرتبہ پڑھ لے
اللہ تعالی اس کو تمام بیماریوں سے محفوظ رکھیگا۔ چوتھا
فائدہ یہ ہے کہ جو شخص شہر میں داخل ہونے کے وقت
یا خارج ہونیکے وقت ہزار مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالے

اور ا مامون و مصون دارد از ما یخاف و
یحذر و از انجمله آنست که ہر کہ ہزار بار بگوید
آن را بجمع فکر و حضور و بفرستد جانب ظالم جبار
عنید پائمال کند اورا و نیست و نابود سازد
اورا. و از انجمله آنست که ہزار بار خواند او را
و قصد بکند بر اطلاع کشف غیوب کشف
شود بروے اسرار ملک و ملکوت و از انجمله
آنست ہر کہ اورا ہفتاد ہزار بار بگوید داخل کند
اورا اللہ تعالی در جنت لقمہ۔ بعضے عارفان
گفتہ اند از ذکر لسانی میرسد سالک بجانب
ذکر قلب پس در حالت جمع لسان و جنان
بیشک امر ذکر ترتیب بہ کمال است و این
ترتیب در اکثر سلاسل است اما سلسلہ
نقشبندیہ اقتصار بر ذکر قلبی بجذب باطن
می کنند و مبتدیان را ہمین ذکر آغاز دہ
گویند سہ اول ما آخر ہر منتہی ؛ زآخر ماجیب تمنا تہی
اما پیدا است کہ آنچہ برائے منتہیان سلاسل
دیگر حاصل می شود برائے مبتدی این
سلسلہ پیدا نمیشود آرے طریق ترتیب
درین سلسلہ چنین است پس فرق
باشد میان صاحب ذکر قلبی مجذوب کہ
منتہی از سلسلہ دیگر است و صاحب ذکر
قلبی مجذوب کہ مبتدی این سلسلہ است

اسکو تمام خوفناک چیزوں سے محفوظ رکھے گا ساتواں
فائدہ یہ ہے کہ جو شخص اطمینان اور حضور قلب سے ہزار
مرتبہ پڑھکر سرکش ظالم جبار کی طرف دم کرے تو
اللہ تعالی اسکو برباد و نیست و نابود کریگا۔ آٹھواں فائدہ
یہ ہے کہ جو شخص ہزار مرتبہ اس قصد سے پڑھے کہ اسپر
غیب کی باتیں ظاہر ہو جائیں تو اللہ تعالی اسپر ملک و ملکوت
کے پردے کھولدیگا۔ نواں فائدہ یہ ہے کہ جو شخص اسکو
ستر ہزار مرتبے پڑھے گا تو اللہ تعالی اسکو جنت میں داخل
کریگا لقمہ بعض عارفین فرماتے ہیں کہ لسانی ذکر
سے سالک ذکر قلب کو پہونچ جاتا ہے پس جب زبان
اور دل دونو یکساں ہیں تو بے شبہ ذکر بہ ترتیب کمال
کو پہونچ جائیگا اور یہ ترتیب اکثر سلسلے میں ہے مگر
سلسلہ نقشبندیہ میں جذب باطن کیساتھ ذکر قلبی پر
اقتصار کرتے ہیں اور مبتدی اسی ذکر سے شروع کرتے
ہیں اور کہتے ہیں سہ اول ما آخر ہر منتہی ؛ زآخر
ماجیب تمنا تہی ؛ یعنی ہر منتہی کا جو آخر ہے وہ ہمارا
اول ہے اور تمنا کی جیب ہمارے آخر سے خالی ہے مگر
ظاہر ہے کہ جو دوسرے سلسلے کے منتہی لوگوں کو حاصل
ہوتا ہے وہ اس سلسلے کے مبتدی لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا
ہاں اس سلسلہ میں طریقہ تعلیم کا اسی طور سے رکھا گیا
ہے پس دوسرے سلسلے کے منتہی لوگ جو ذکر قلبی سے
مجذوب ہو جاتے ہیں اور مبتدی لوگ اس سلسلہ کے
جو ذکر قلبی سے مجذوب ہو جاتے ہیں ان دونوں میں فرق ہے

لقمہ - وبعضے فقہا انکار می کنند ذکر قلبی را و
حصر می کنند امر ذکر را در لسان واین نیست
مگر مکابرہ صرف - چہ ذکر ضد نسیان است و
این صفتِ قلب است خاصۃً آرے برائے
ہر واحد احکام مختصہ است کہ مترتب میشود بر ہر واحد

لقمہ بدانکہ حبس نفس در ذکر نزد
بعضے اصل قوی است بلکہ اصل الاصول
است در نفی خواطر و شرط کردہ اند
چشتیان و کبرویان و شطاریان و قادریان
لیکن نقشبندیان شرط نہ کردہ اند و نیز
منکر اولویت نیستند- اما سہروردیان شرط
می کنند عدم حبس را و باین رفتہ است
شیخ بہاء الدین عمر و زین الدین الخوافی
قدس سرہما و این ہر دو از اکابر سلسلہ
سہروردیہ اند- و این بےہیچ معروض میدارد
کہ این جا دو امر است یکے حبس نفس و دیگر
حصر نفس- و حبس نفس بر دو وجہ است
بتخلیہ و تملیہ- اما تخلیہ کشیدن نفس از
جانب بطن و جلب سرہ و اطراف
آن بجانب ظہر و حبس نفس در صدر و نزد
بعضے در دماغ و حاجت نیست کہ انگشتان
را بر خیشومین و صماخی الاذنین و عینین
نہند چنانچہ بعضے برائے احتیاط میکنند و اصل

لقمہ بعضے فقہا ذکر قلبی کا انکار کرتے ہیں اور ذکر
کو فقط لسان ہی پر منحصر کرتے ہیں اور یہ ہٹ دھرمی کی
بات ہے اسواسطے کہ ذکر نسیان کا ضد ہے اور یہ خاص
کر کے قلب کی صفت ہے ہاں اتنی بات البتہ ہے کہ
ہر ایک کے لئے احکام مختصہ ہیں کہ اسپر مترتب ہوتے ہیں-

لقمہ جاننا چاہیئے کہ ذکر میں حبس نفس کرنا بعضوں
کے نزدیک عمدہ اصل ہے بلکہ خطرات کے مٹانے
مین اصل الاصول ہے اور چشتیہ اور کبرویہ اور شطاریہ
اور قادریہ سلسلہ کے لوگوں نے حبس نفس کو شرط
قرار دیا ہے مگر نقشبندیہ نے اُس کو شرط نہیں کہا اور
اسکے اولی ہونے کے منکر بھی نہیں ہیں- البتہ طریقہ
سہروردیہ کے لوگ فرماتے ہیں کہ حبس نفس کا
نہ ہونا شرط ہے چنانچہ یہی مسلک ہے حضرت بہاء الدین
عمر اور زین الدین خوافی قدس سرہما کا جو سلسلۂ سہروردیہ
کے بڑے لوگوں میں سے ہیں- مین کہتا ہوں کہ یہاں
دو امر ہین ایک حبس نفس اور دوسری حصر نفس
حبس نفس دو طور پر ہے تخلیہ سے ہو یا تملیہ سے
پس دم کا کھینچنا شکم کی طرف سے اور ناف اور اُس کے
اطراف کا کھینچنا پشت کی جانب اور دم کا روکنا سینہ میں
اور بعضوں کے نزدیک دماغ میں اُس کا نام تخلیہ ہے اور
اس کی حاجت نہیں ہے کہ انگلیوں کو دونوں ناک کے پردے
اور دونوں کان کے سوراخ اور دونوں آنکھوں پر رکھے
جیسے بعضے لوگ احتیاطًا اس کو کرتے ہیں اور اصل طریقہ

دریں انیست کہ میان قعر حوض در آیند و غوطہ در
آب زنند و ایں عمل نمایند کہ ایں طریقہ را خضر
علیہ السلام مر شیخ عبدالخالق غجدوانی را ارشاد کردہ
و ایں طریقی است کہ تاثیر ازیں بسیار امید است و اما تملیہ
کشیدن نفس است بباطن و حبس آں در باطن بالنفخ
و دریں صورت بسبب نفخ بطن سرہ از ظہر بعید
تر می شود لیکن اول حرارت کثیر می انگیزد و دوم ہضم
طعام بسیار میکند و حصر نفس عبارت است از قطع نفس از ہر دو طرف
یعنی بدرازی معہود نکشند بلکہ از معہود کوتاہ کشند و
شک نیست کہ ایں حرارتے در دل پیدا کنا آرے حرارت حبس
بیش از حرارت حصر است و ایں جملہ در نفس مسافر است
اما نفس مقیم متصف بحرارت و برودت نیست و
تقاضا نمیکند دل استبدال آنرا بلکہ آں کائن غیر
بائن است ثابت می باشد نزد حبس نفس و تسریح
آں یعنی سر دادن آں و حصر نفس و تطلیق آں پس
اگر کسے شناسد آنرا و اگر داند معیار ہر ذکر
را پس آں دائم الذکر باشد و مطابقت کند
رشتۂ حضور یاد و ممتد مے باشد بقدر
امتداد وے باید دانست کہ در ایام حبس تحاشی
بکنند از اغذیہ مرطبہ بغایت رطوبت و
ہمچنیں از حامض گاہ باشد کہ در اوائل
دم ظاہر شود از صماخی الاذنین یا از
جنبتوی الانف یا در براز اما نترسد

اس عمل کا یوں ہے کہ حوض میں جا کر غوطہ مار کر یہ عمل
کریں اور اس طریقہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت
عبدالخالق غجدوانی کو بتلایا تھا اور یہ ایسا طریقہ ہے
جس سے بہت کچھ تاثیر کی امید ہے۔ اور دم کا اندر کی
جانب کھینچکر نفخ کے ساتھ بند کر لینا اسکا نام تملیہ ہے
اس طریقہ میں بسبب نفخ شکم کے ناف پشت سے بہت
دور پڑ جاتی ہے مگر پہلے طریقہ میں بہت حرارت پیدا ہوتی
ہے اور دوسرے میں کھانا ہضم ہوتا ہے اور دم کا قطع
کرنا دونوں طرف سے اسطور پر کہ معہود تک دراز نہ کریں بلکہ
اس سے کم کھینچیں اسکا نام حصر نفس ہے اور اسمیں شک
نہیں ہے کہ یہ عمل دل میں حرارت پیدا کرتا ہے مگر
پھر بھی حرارت حبس نفس کی اس سے بڑھکر ہے اور یہ سب
باتیں نفس مسافر میں ہوتی ہیں اور نفس مقیم میں حرارت
اور برودت نہیں ہوتی اور دل اسکا بدلنا گوارا نہیں
کرتا بلکہ وہ حبس نفس اور حصر نفس اور اسکے بعد ہمیشہ
رہتا ہے اور جدا نہیں ہوتا پس جو کوئی اسکو پہچان لے
اور ذکر کی کسوٹی بنا لیوے تو دائم الذکر ہو جائیگا اور
حضوری کا سلسلہ اسکے لئے موافق ہوتا جائے گا اور
جسقدر اسکو بڑھاتا جائیگا حضوری بڑھتی جائے گی
جاننا چاہیئے کہ حبس نفس کے زمانہ میں جو غذا کہ بہت
مرطب یا ترش ہے اس سے بچنا چاہیئے اور کبھی اوائل
میں دونوں کانوں کے پردے یا دونوں ناک کے سوراخ سے
یا براز میں خون جاری ہوجاتا ہے اس سے خوف نکرے

وبکار بپردازد که در نزدیکی دفع خواهد شد لیکن
از طعام حار جدًّا پرہیز کند برابر است که حرارتش
طبعی باشد یا عارضی زیرا که موجب ایجاد
مرض یا از دیاد مرض مے شود ونیز زیاده
نکند در عدد حبس نفس یک مرتبه آنقدر
که مشکل شود برو وشاق آید بلکه زیاده کند
شیئاً فشیئاً تا مشکل نگردد و چون سر دہد نفس را
سر دہد اندک اندک از بینی نه بدہان که ضرر
میرساند بدندان واز عاظم شرائط
اینست که نه باشد حبس نزد پری شکم ونه نزد
نہایت گرسنگی بلکه در حالت متوسط اما این
در بدایت است و چون بلوغ وکمال یافت
بیں اور است در ہر حالت اینکه حبس نماید
وتشریح فرماید ومشائخ این عمل واعمال دیگر
حبسات را از جوگ گرفته اند واہل آن
بوجه اتم واپلغ میباشر این کار اند۔

تتمه

بعضے اہل معارف گفته اند که چون حاصل میشود
برائے نفس انسان بعد تنقیه باطن وتطہیر
آن از میل بجانب محسوسات ومالوفات
وبعد تعمیر باستغراق ذکر ونعمت حضور نسبتے
ورابطے بروحانیات وروشن میشود دلش بآن
نسبت پس مشاہده میکند بآن نور ذات حق تعالی را

اور کام کرنا جائے کہ تھوڑے زمانہ میں یہ دفع ہوجائیں گے
لیکن بہت گرم کھانے سے خواہ اوسکی گرمی طبعی ہو یا
عارضی بچنا رہے ورنہ مرض پیدا ہوجائیگا یا بڑھ جائیگا
اور یہ بھی نہ چاہیے کہ ایکبارگی اعداد حبس انفاس کو
اسقدر بڑھاوے کہ مشکل پڑجائے اور شاق گذرے
بلکہ تھوڑا تھوڑا بڑھانا جائے تاکہ دشوار نہ ہو جب
حبس نفس سے فارغ ہو تو تھوڑے تھوڑے سانس
کو ناک کے راستہ سے نکالے اور منہ سے نہ نکالے
ورنہ دانتوں کو ضرر کرے گا اور بڑی شرائط سے ایک
یہ بھی ہے کہ پیٹ بھرے پر اور بھوک میں حبس نکرے
بلکہ درمیانی حالت میں یہ عمل اختیار کرے یہ شرط مبتدی
کے واسطے ہے اور جس کو انتہا اور کمال ہو اسکو اختیار ہے
جس حالت میں چاہے حبس شروع کرے یا ختم کرے
اس عمل کو اور دوسرے حبس کے طریقے کو مشائخ رحمتہ
اللہ علیہم نے جوگیوں سے لیا ہے اور اسکے ماہر لوگ
بہت پورے طور سے اس عمل کو بجا لاتے ہیں۔
تتمہ بعضے اہل معرفت فرماتے ہیں کہ جب انسان
کا نفس تنقیہ باطن کرلیتا ہے اور مالوفات اور محسوسات
کی خواہش سے پاک ہوجاتا ہے اور استغراق ذکر اور
نعمت حضوری سے معمور ہوجاتا ہے اور اسکو ایک قسم
کی نسبت اور ربط روحانیات سے پیدا ہوجاتا ہے
اور اس نسبت سے اس کا دل روشن ہوجاتا ہے تب
اس نور سے ذات حق تعالے کو مشاہدہ کرتا ہے

ومطلع میشود بر مرادات او از احکام ادو بعد
آں منعکس می شود آں نور از بصیرت بجانب
بصر پس احساس می کند بجارحہ ظاہرہ عوالم
غیب را پس ایں وقت منسلخ مے شود از عالم
ظاہرہ وباطنہ **لقمہ** بدانکہ اول مقامات
توبہ است وآخر مقامات حیرت وبعضے رضا
وتسلیم را آخر گفتہ اند وبجائے حیرت داشتہ
اند وحیرت دو حیرت است حیرت مذمومہ
وحیرت محمودہ - وشرح ایں سخن ایں ست کہ
جمال وکمال ذات او تعالے مستدعی حیرت
است نہ شک - وگاہ مشتبہ می شود امر میانِ
حیرت وشک - پس بدانکہ حیرت پیدا می شود از
معرفت وادراک ذات شئے بخلاف شک کہ منشأ
آں جہل ونکرت است وحیرت می باشد در حضور
وشک در غیبت ومتحیر آناً فاناً صعود می کند بسوئے
ذروۂ کنہ شئے بسبب نہایت شوق بدرک آں
وشاک آناً فاناً می در افتد در حضیض جہل ز حقیقۃ
شئے بسبب عدم التفات بادو گفتہ اند کہ حیرت
مرکب است از علم بوجود وجہل از درک کنہ وشک
متذبذب است در ہر یکے از علم وجہل بیش شاک نہ
جزو علمی متحق است ونہ جزو جہلی مثبت بلکہ امر او دائمی
است مشکوک الوجود وجہلیست مشکوک الثبوت کار
او پیوستہ دائر بین النفی والاثبات است وحیرت مذمومہ

او بھا اُس کی مراد اور احکام پر واقف ہوجاتا ہے پھر وہ نور بصیرت
آنکھوں میں آجاتا ہے جس کے باعث سے ظاہری اعضا
سے عالم غیب کو دریافت کر لیتا ہے پس اسوقت میں یہ
شخص اپنے ظاہر اور باطن سے اس عالم سے نکلتا ہے
لقمہ اے طالب تو جان لے کہ مقامات میں اول توبہ
ہے اور آخر حیرت اور بعضوں نے رضا و تسلیم کو آخر
کہا ہے اور حیرت کی جگہ پر قائم کیا ہے اور حیرت دو قسم
کی ہوتی ہے حیرت مذمومہ اور حیرت محمودہ اس کی
تشریح یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا جمال و کمال
حیرت کو مقتضی ہے نہ شک کو اور کبھی حیرت اور شک
میں اشتباہ ہوتا ہے جب یہ بات معلوم ہوئی تو جاننا
چاہیئے کہ ذات شئے کی ادراک اور معرفت سے حیرت
پیدا ہوتی ہے بخلاف شک کے کہ اُسکا منشا جہل اور
ناشناسائی ہے اور حیرت حضور میں ہوتی ہے اور شک
غیبت میں اور متحیر آناً فاناً اُسکی حقیقت دریافت کرنے
کے لئے نہایت شوق سے بلندی کی جانب صعود کرتا ہے
اور شاک آناً فاناً بے توجہی کے سبب سے حقیقت دریافت
کرنے سے جہل کی پستی میں گرتا جاتا ہے کہتے ہیں
کہ حیرت دو چیز سے مرکب ہے ایک وجود کا علم دوسرے
کنہ نہ جاننے کا جہل اور شک ان دونوں میں متذبذب
ہے نہ تو جزو علمی پایا جاتا ہے نہ جزو جہلی بلکہ اسکا علم
مشکوک الوجود اور جہل مشکوک الثبوت ہے اس کی حالت
ہمیشہ نفی اور اثبات میں دائر ہے اور حیرت مذمومہ

ہمین شک است وحیرت ممدوحہ آنچہ مقابل شک
گفتہ اند حیرت مذمومہ نصیب عوام آمدہ وحیرت
ممدوحہ نصیب خواص گشتہ لقمہ انوار کہ ظاہر میشود
گاہ سفید گاہ سبز گاہ عقیقی و آخر ہمہ سیاہی و این نور
نور جبروت است و باید دانست کہ اگر نور از طرف
راستا متصل کتف ظاہر میشود آن نور کاتب یمین است
واگر غیر متصل است آن نور شیخ ست واگر
از طرف پیش ظاہر شود آن نور محمد رسول اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام است واگر از طرف چپ متصل
بجانب یسار ظاہر شود آن نور کاتب یسار است
واگر غیر متصل باشد داند کہ تلبیس ابلیس ست وکذلک
اگر صورتے از چپ ظاہر شود ہم تلبیس ابلیس ست
واگر نور بالا و پس ظاہر شود داند کہ از ملائکہ حفظہ است
واگر بلا جہت ظاہر شود و در ظاد ہشت آید و بعد
از رفتن حضور نماند داند کہ تلبیس ابلیس
است واگر در وقت ظہور حضور شود و بعد
از رفتن فراق شود و اشتیاق بود داند کہ
از مطلوب است واگر از بالائے سینہ یا
از بالائے ناف ظاہر شود داند کہ از تلبیس
ابلیس ست واگر از بالائے دل ظاہر شود
داند کہ از صفائی دل است اما طالب صادق
ہیچ یکے ازین انوار فریفتہ نشود و انشراح نگیرد
لقمہ قوم اختلاف کردہ اند کہ آیا برائے عارف

اسی شک کا نام ہے اور اُسکے مقابل کا نام حیرت ممدوحہ
یس حیرت مذمومہ عوام کا حصہ ہے اور حیرت ممدوحہ خواص کیلئے ہے
لقمہ انوار جو ظاہر ہوتے ہیں کبھی سفید ہوتے ہیں اور کبھی سبز
اور کبھی عقیق رنگ کے اور سب سے اخیر میں سیاہ ظاہر ہوتے ہیں
جو جبروت کا نور ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اگر نور داہنی طرف
کندھے کے متصل ظاہر ہو تو وہ نور داہنے کرام کاتب کا ہے
اور اگر کندھے کے متصل نہ ہو تو شیخ کا ہے اور اگر آگے ظاہر ہو
تو وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اگر بائیں جانب ملا ہوا
معلوم ہو تو وہ نور بائیں کرام کاتب کا ہے اور اگر ملا نہ ہو تو
جان لے کہ شیطان کا فریب ہے ایسی ہی اگر بائیں طرف کو کوئی
صورت ظاہر ہو تو بھی شیطانی فریب ہے اور اگر اوپر یا پیچھے سے
ظاہر ہو تو سمجھ لے کہ یہ نور نگہبان فرشتوں کا ہے
اور اگر نور ظاہر ہو اور کسی جہت میں نہ ہو اور اس سے
خوف پیدا ہو اور زوال کے بعد حضور نہ باقی رہے
تو جان لے کہ شیطان کا فریب ہے۔ اور اگر ظہور کے
وقت حضور ہو اور زوال کے بعد فراق اور
اشتیاق ہو تو جان لے کہ یہ مطلوب کا نور ہے اور
اگر سینے کے اوپر یا ناف کے اوپر سے ظاہر تو جان
لے کہ یہ شیطان کا فریب ہے اور اگر دل کے اوپر
سے ظاہر ہو تو سمجھے کہ دل کی صفائی کے سبب
سے ہے لیکن طالب صادق کو چاہیئے کہ
ان انوار پر نازاں ہو کر مطمئن نہ ہو جائے۔
لقمہ قوم نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ آیا عارف کیلئے

دوام مشاہدہ مے باشد یا نمی باشد طائفہ
رفتہ اند کہ دائم مے باشد وگروہے بجانب
عدم دوام میل دارند۔ عارفے میگوید
مُشَاهَدَةُ الْاَبْرَارِ بَيْنَ التَّجَلِّيْ وَالْاِسْتِتَارِ
وحق اینست کہ ربط قلب واتصال سر
وقتیکہ محکم شود متحقق شود بتحقیق وصول
زائل نمے شود آرے انوار ومکاشفات
گاہے مے باشد وگاہ نمی باشد وایں ہست
معنی قول ایشاں اَلْوَقْتُ سَيْفٌ
قَاطِعٌ وَبَرْقٌ لَامِعٌ +

لقمہ

بدانکہ حاصل می شود در غیبت و بے خودی
ومحویت و فنا حالتے کہ تنگ میشود عبارت
ازاں و آنجا حاصل نمی شود غیر احدیت
حق تعالیٰ و وجود مطلق سبحانہ و تعالے
اگر گوئی کہ وجود مطلق سبحانہ و تعالے ہرگز
مدرک نمی شود و آنچہ در حیطۂ ادراک می آید
نیست مگر حادث۔ وصورت ذہنی از جملہ
عوالم ست و ہر عالم حادث است و حادث
وجود مطلق نتواند بود کہ او قدیم
است و آنچہ قدم دارد مدرک ما نگردد
گوئیم آرے چنین است امر کہ گفتی
مگر اینست کہ سالک در فنا

مشاہدہ ہمیشہ رہتا ہے یا نہیں ایک گروہ قائل ہے
کہ ہمیشہ رہتا ہے اور دوسرے گروہ کا میلان ہے کہ
ہمیشہ نہیں رہتا ایک عارف فرماتے ہیں مشاهدة
الابرار بين التجلي والاستتار یعنی نیکوں کا
مشاہدہ تجلی اور پردہ کے درمیان میں ہے اور حق
بات یہ ہے کہ جب ربط قلب اور اتصال سر محکم ہو جائے
اور پورے طور سے ثابت ہو جائے تو ہرگز وصول
کا زوال نہ ہوگا۔ ہاں انوار اور مکاشفات کبھی ہونگے
اور کبھی نہ ہونگے یہی معنی ہیں قول حضرات صوفیہ کے
کہ الوقت سیف قاطع وبرق لامع یعنے
وقت تیغ بران ہے اور برق درخشاں ہے۔
لقمہ غیبت اور بیخودی۔ محویت اور فنا کے وقت
میں ایسی حالت پیدا ہوتی ہے جس کا بیان نہیں
ہو سکتا اور اسوقت سوائے احدیت حق تعالے
اور وجود مطلق سبحانہ و تعالیٰ کے کچھ ہوتا ہی نہیں اگر
کوئی کہے کہ وجود مطلق حق سبحانہ ادراک میں آ ہی
نہیں سکتا اور جو کچھ ادراک میں آئے گا وہ حادث
ہی ہوگا اور جو صورت ذہن میں آتی ہے وہ بھی
عالم ہے اور عالم حادث ہے اور چونکہ وجود
مطلق قدیم ہے تو حادث کیسے ہوگا اور جو قدیم ہے
وہ ادراک میں نہیں آسکتا میں جواب میں کہوں گا
کہ ہاں بات تو وہی ہے جو تم نے کہی ہے اس
میں ایک بات یہ ہے کہ فنا کی حالت میں

ذاہل و غافل و عاطل میشود از نسبتیکہ مقتضائے
آں نسبت اثبات دو طرف است منسوب و
منسوب الیہ این فنائے فنا است پس اینجا عدم
ادراک است نہ ادراک عدم و ہمیں منادی است
قول سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
العجز عن درک الادراک ادراک اگر گوئی
پس چہ معنی دارد قول ایشان شہود الذات و تجلی
الذات و محبۃ الذات و معرفۃ الذات و چگونہ متحقق
می شود این امور گوئیم نتیجہ عرفان وضع ہر شی است
در مرتبہ او و اعطائے ہر شی حق آں شی پس در ما نحن
بصدد وہ دو امر است یکی ذات بحت خالص ساذج
و یکے امورے کہ ورائے این مرتبہ است پس حق اول
اثبات است و حق ثانی نفی است و حق معرفت در اول
آنست کہ شناختہ نشود اصلاً و حق معرفت در ثانی
آنست کہ شناختہ شود کما ہو پس آنکہ قصد میکند
معرفت در اول و نکرت در ثانی بغایت از کار
دور است پس اثبات حق حق و اثبات باطل
باطل معرفت است و از عدم معرفت بہ شئے
لازم نمی آید عدم تحقق آں شئے در نفس الامر
پس ذات مقدس او تعالےٰ شانہ مثبت
محقق غیر معروفہ است پس غیبت
از امور ورائیہ ذات معنے شہود ذات
است و استتار این امور از بصائر معنی تجلی ذات

وہ نسبت جسکا مقتضا دو طرف منسوب اور منسوب الیہ کا اثبات
ہے اس سے سالک جس کی توجہ فنا میں ہے بالکل غافل و بیکار
ہو جاتا ہے اسی کو فنار فنار کہتے ہیں پس یہاں پر ادراک کا عدم ہے
نہ کہ عدم کا ادراک اسی معنی کی طرف سیدنا ابی بکر صدیق
کا قول پکار رہا ہے العجز عن درک الادراک
ادراک اگر کوئی کہے کہ پھر حضرات صوفیہ کے اقوال
شہود الذات و تجلی الذات و محبۃ الذات و معرفت الذات
کے کیا معنے ہوں گے اور یہ امور کیونکر پائے جائینگے تو اسکے
جواب میں ہم کہیں گے کہ عرفان کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر چیز کو
اپنے موقع اور مرتبے پر رکھے اور ہر شئے کے حق کا لحاظ
رہے پس جس بات کے درپے ہم ہیں اسمیں دو امر ہیں ایک
ذات محض خالص سادہ دوسرے ایسے امور جو اس مرتبہ
کے سوا ہیں پس اول کا حق اثبات ہے اور ثانی کا حق نفی
ہے اور اول میں معرفت کا حق یہ ہے کہ قطعاً پہچانا نہ جائے
اور دوسرے میں معرفت کا حق یہ ہے کہ جیسا ہے ویسا
پہچانا جائے پس جو پہلے میں معرفت کا قصد کرے اور
دوسرے میں عدم معرفت کا وہ کام سے دور پڑیگا پس حق
کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنا معرفت ہے اور کسی شئے
کے عدم معرفت سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس الامر میں اسکا
تحقق ہی نہ ہو پس ذات مقدس حق تعالےٰ ثابت محقق
غیر معروف ہے پس شہود ذات کے یہ معنی ہیں کہ ذات
کے سوا جتنے امور ہیں اُن سب کی غیبت ہو جائے
اور معنی تجلی ذات کے یہ ہیں کہ یہ سب امور بصیرت سے

است وانقطاع محبت ازیں امور معنے محبۃ
الذات است وتکرۃ ایں امور معنے معرفت
ذات است وبرہمیں قیاس بکن معانی
مضافات ذات راپس معرفت کہ منظور
نمی شود در آں سبحانہ مگر باسماء وصفات
وافعال واین ہمہ نہ بکنہ بل بوجہ زیراکہ کنہ
شئے را از اشیاء معرفت در آں راہ نیست
چہ کنہ ہر شئے حقیقۃ الحق ست چہ او سبحانہ
وتعالیٰ حقیقۃ الحقائق است وحقیقت سبحانہ
وتعالیٰ را بدرک ہیچ بشر وملک وجن نبود
پس حقیقت ہمہ مدرک نشود وایں فرتبہ
نہایت عرفان است فنعم ما قال من
قال اول العوام اٰخر الخواص وبدایۃ
الجہال نہایۃ العلماء لیکن ببیں
تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ لقمہ بدانکہ ایں
ہمہ ترتیب اشغال واذکار وافکار در ترتیب اصطلاحیہ
است اما ترتیب بہمت موقوف ایں تگاپو نبود
کہ اینجا پیر تخلیہ مرید بر نہج شریعت بفرماید وامداد
شیخ در حق مرید حاضر یا غائب بہمت باد وبہمت
شیخ ابواب فیوضات بروی مرید مفتوح شود ولیکن
طریق بس نادر است واکثر بوالہوسان جویائے
ایں طریق اند کہ کارہائے طریقت ودشوار یہائے
ایں راہ از ایشاں نیاید بنابراں چنیں طریق

مستتر ہو جائیں اور محبۃ الذات کے معنے یہ ہیں کہ ان امور
سے محبت منقطع ہو جائے اور معرفۃ الذات کے یہ
معنی ہیں کہ ان امور سے ناآشنا ہو جائے انھیں پر
قیاس کر لو ان معانی کو جو ذات کی طرف مضاف ہوں
پس معرفت حق سبحانہ وتعالیٰ کی محض اسماء اور صفات
اور افعال ہی میں ہوتی ہے اسپر بھی بکنہ نہیں بلکہ بوجہ
ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر شئے کے کنہ کی معرفت کا راستہ ہی
بند ہے اسوجہ سے کہ ہر چیز کی کنہ حق تعالیٰ کی حقیقت
ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ سارے حقیقتوں کی حقیقت ہے
اور اس کی حقیقت کا ادراک کسی بشر اور فرشتے اور جن کا کام
نہیں ہے پس کسی چیز کی حقیقت ادراک میں نہیں آسکتی اور
عرفان کا یہ اعلیٰ مرتبہ ہے پس کسی نے کیا اچھی بات کہی ہے
کہ اول العوام اٰخر الخواص وبدایۃ الجہال نہایۃ العلماء
یعنی عوام کا اول خواص کا آخر ہے اور جہلا کی ابتدا علماء
کی انتہا ہے سے کہاں سے کہاں تک تفاوت ہے۔ لقمہ
جاننا چاہیئے کہ یہ سب ترتیب اشغال اور اذکار اور افعال کی
اصطلاحی ہے مگر ہمت کی ترتیب ان جھگڑوں سے بری ہے
کہ یہاں پیر مرید کا تخلیہ شریعت کے طور پر کرتا ہے اور
مرید کے حق میں شیخ کی مدد حاضر ہو یا غائب ہر ہمت
سے ہوتی ہے اور شیخ کی ہمت سے مرید پر فیض کے دروازے
کھلتے ہیں اور یہ طریقہ از حد عمدہ ہے اور اکثر نادان اس
طریق کے متلاشی ہیں کہ طریقت کے کام اور اس راہ کی دشواری
ان لوگوں سے نہیں ہو سکتی ہے اسواسطے اس طریقے

را آرزو مے کنند لقمہ بدانکہ بحکم
من لیس لہ الشیخ فشیخہ الشیطان
بر ہر صاحب دل مہم است کہ طلب شیخ نماید
واینجا این مشکل نماید کہ چوں مبتدی است
امتیاز مصلح از مفسد نتواند کرد و ولی از غیر
ولی جدا نتواند نمود پس بقیاس مصلحاں مفسد انرا
نیز مصلح داند یا عکس و در ہر دو شق غلط کردہ
باشد شیخ شرف الدین یحیی منیری قدس سرہ
در حل این مشکل می فرماید کہ عادت
الٰہی و سنت خداوندی بریں جاریست
کہ ہیچ عصر را از مشائخ و زہاد و عباد
و اوتاد و اخیار و نجبا و نقبا و ابدال
و اقطاب و غوث و سائر اہل اللہ
از اہالی جذبات و غیرہم من العاشقین
والمعشوقین خالی نداشتہ و ندارد
و نخواہد داشت۔ پس لابد است
ہر طالب صادق را بخدمت مشائخیکہ
بر جادۂ این طریق می روند و بایں سیرت
معروف اند مزاولت نماید و
مرآت و کرات مجلس ایشاں در یابد
و در ہر بار متفحص دل خود شود کہ از ہجوم
وساوس و ہواجس و انواع
خطرات کہ حادی

کی آرزو کرتے ہیں لقمہ چونکہ صوفی فرماتے ہیں
کہ من لیس لہ الشیخ فشیخہ الشیطان
یعنی جس کا شیخ نہیں ہے اُسکا شیخ شیطان ہے اسواسطے
اس کے مطابق ہر صاحب دل پر ضرور ہے کہ شیخ کامل
ڈھونڈھے یہاں پر ایک مشکل ہے کہ مبتدی مصلح اور
مفسد کی تمیز نہیں کر سکتا اور ولی کو غیر ولی سے جدا
نہیں کر سکتا پس اچھوں پر قیاس کر کے مفسد کو
مصلح اور مصلح کو بروں پر قیاس کر کے مفسد جانیگا اور دونوں
صورت میں غلطی میں پڑے گا حضرت شیخ شرف الدین
یحیی منیری قدس سرہ اس مشکل کا حل یوں کرتے ہیں
کہ عادت الٰہی اور سنت خداوندی اس طور پر جاری
ہے کہ کوئی زمانہ مشائخ اور زہاد اور عباد اور اوتاد اور
اخیار اور نجبا اور نقبا اور ابدال اور اقطاب اور غوث
اور تمام اہل اللہ اور سارے اہل جذبات اور غیر
انکے عاشقین اور معشوقین سے خالی نہیں رہا اور
نہیں ہے اور نہیں رہے گا پس طالب صادق کو ضرور
ہے کہ جو مشائخ کہ اس طریق پر چلتے ہیں اور اس بات
میں مشہور ہیں اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر مزاولت
اس عمل کی کرے اور مدتوں تک ان حضرات کی
خدمت میں حاضر رہے اور ہر بار اپنے دلکی خبر لیتا رہے
کہ طرح طرح کے وسوسے اور قسم قسم کے خطرات
جو اُسکے دل پر جمے ہوئے ہیں کچھ قطع ہوئے یا
نہیں اور اُنکی مجالس میں بیٹھنے سے کچھ قلب اُسکے

دل او بود فی الجملہ نجات دہی یا بد و از دام انقلابات
قلب رہائی در مجلسے از مجالس مخصوص می
نماید یا بر ہمان حالت سابقہ آغشتہ است
اگر بیند کہ فی الجملہ رہائی بدست می آید صحبت
آنرا کہ این دولت از در او می یابد لازم گیرد
کہ قلت صحبت ہم منتج این نعمت است
اگر مستمر گردد امید بیشتر است و اگر ہیچ
تفاوتے در ہیچ حالے نیابد بداند کہ نصیب من
پیش این شیخ نیست و دواے خود از در دیگر
طلب نماید بے آنکہ انکارے در دل
پیدا آرد لقمہ شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر
الجیلانی قدس سرہ فرمودہ کہ ہر کہ قیام نماید
در نصف لیل و وضو بکند و دو رکعت بخواند
و بخواند از قرآن در آن دو رکعت آنچہ خواہد
و اللہ تعالیٰ را سجدہ کند و الحاح نماید و استغاثہ
کند بجناب او و این دعا بخواند البتہ
خدائے تعالیٰ بکشد بروے باب وصول
راو دلالت کند ولی از اولیائے خود کہ دلالت
و ارشاد نماید بحضرت او تعالیٰ و این
مجرب شدہ است مرات و کرات و دعا
اینست یَا رَبِّ دُلَّنِی عَلٰی عَبْدٍ مِّنْ
عِبَادِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ حَتّٰی یَدُلَّنِی عَلَیْکَ وَ
یُعَلِّمَنِی طَرِیْقَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ و متاخران

انقلابات میں کسی وقت کمی معلوم ہوتی ہے یا بدستور
سابق ہے اگر کچھ خطرات اور وسوسے سے رہائی
معلوم ہو تو صحبت ایسے شخص کی کہ جس کے دروازہ سے
یہ دولت میسر ہوتی ہے غنیمت جانکر لازم پکڑلے کہ تھوڑے
دنوں کی صحبت سے تو یہ نعمت ملی ہے بشرط استمرار بہت
کچھ امید ہے اور اگر کچھ تفاوت اپنی حالت میں نہ پاوے
تو جان لے کہ اس شیخ کے یہاں میری قسمت کا حصہ
نہیں ہے پس اپنی دوا دوسرے دروازہ سے
تلاش کرے اور دل میں اول کا انکار نہ رکھے
لقمہ شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی قدس سرہ
نے فرمایا ہے کہ جو شخص آدھی رات کو اٹھکر وضو کرے
اور دو رکعت نماز پڑھے اور جسقدر قرآن چاہے دو
رکعت میں پڑھے اور بارگاہ خدا میں سجدہ کرکے عاجزی
اور استغاثہ کرے اور یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر
ضرور وصول کا دروازہ کھولدیگا اور کسی ایسے ولی کے
پاس پہونچادے گا جو اس کو حق سبحانہ کی طرف پہونچادے
اور بارہا اس دعا کا تجربہ ہو چکا ہے اور وہ دعا یہ ہے
یَا رَبِّ دُلَّنِی عَلٰی عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ
حَتّٰی یَدُلَّنِی عَلَیْکَ وَیُعَلِّمَنِی طَرِیْقَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ
یعنی اے میرے خدا تو اپنے مقربین بندوں میں
سے کسی بندے کو بتادے تاکہ وہ مجھکو تجھے بتادے
اور تیری طرف پہونچنے کا مجھکو راستہ دکھادے
اور متاخرین گروہ

از شیخ شاذلیہ قدس اسرارہم اتحاف صلوٰۃ را
بروصف دوام واستمرار وحضور وتہلیل را
بہمیں دستور مورث وصال شیخ کامل مکمل
داشتہ اند وگفتہ اند پیشوائے مادریں طریق امام
حسن بن علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہما است

وصل اول در اذکار

لقمہ اعلم وفقک اللہ سبحانہ لما یحب
ویرضی طالب صادق چوں بملازمت شیخ کامل
مکمل برائے کسب طریقہ بیاید باید کہ شیخ فرماید
کہ سہ روزہ دارد متواتر واگر تواند طے کند والا
باندک طعام افطار کند ودر ہر روزے کلمہ تہلیل
واستغفار وصلوٰۃ ہر یکے ہزار بار گوید وآخر
شب سوم غسل کردہ پیش شیخ آید وشیخ
بفرماید کہ مرید فاتحہ واخلاص وآمن
الرسول واستغفار وشہد اللہ تا حکیم
بخواند بعدہ گوید کہ بیعت کردی برین
ضعیف وخواجہ این ضعیف وخواجگان
خواجہ ما وبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
وبر حضرت رب العزت وعہد کردی
کہ جوارح را برنہج شرع مستقیم
داری ودل را بہ محبت خدائے تعالیٰ
دہی - دریں وقت دست راست
خود را بر دست راست او نہد

شاذلیہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ہمیشہ حضور دل
سے درود اور لا الہ الا اللہ پڑھتا رہے گا ضرور
اس کو شیخ کامل ملے گا اور شاذلیہ فرماتے ہیں
کہ ہمارے پیشوا اس طریقہ کے حضرت امام حسن
بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں

پہلا وصل اذکار کے بیان میں

لقمہ اے طالب صادق اللہ سبحانہ وتعالیٰ تجھکو توفیق
دے اس چیز کی جس سے وہ راضی اور خوش ہے
جان لے کہ جب شیخ کامل کی خدمت میں طریقہ حاصل
کرنے کو حاضر ہو تو شیخ کو چاہیئے کہ پے درپے تین
روزے کا حکم دے اور اگر ہو سکے تو بالکل بھوکا رہے
اور نہیں تو تھوڑا سا کھا کر افطار کرے اور ہر روز ہزار
ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ اور استغفار اور درود پڑھتا
رہے اور تیسری شب کو غسل کرکے شیخ کی خدمت
میں حاضر ہو اور شیخ مرید کو حکم دے کہ سورۂ فاتحہ اور
اخلاص اور آمن الرسول بما انزل الیہ الخ اور استغفار
اور شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو حکیم تک پڑھے اسکے بعد
شیخ کہے کہ تو نے بیعت کی مجھ ضعیف کے ہاتھ پر اور
میرے مشائخ اور مشائخ مشائخ پر اور حضرت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت رب العزت پر اور تو نے
عہد کیا کہ اعضا کو شریعت مستقیم کے طریقے پر رکھیگا
اور دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں دیگا اور اسوقت
میں اپنا داہنا ہاتھ مرید کے داہنے ہاتھ پر رکھے

لقوله تعالی یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ
وطائفہ گرد و پیش نشستہ باشند دست
بدامن طالب زنند و اگر در مجلس ہجوم زیادہ
بود دامن دامن گرفتہ بگیرند ملہم جرًّا و مرید
گوید بیعت کردم و عہد بستم کہ بر نہج
شرع باشم و دل بہ محبت او دادم بعد
ازاں خرقہ بپوشانند و گوید ھٰذَا
لِبَاسُ التَّقْوٰی وَذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ
الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ و در خلوت ملائم
حال مرید ذکر تلقین فرماید کہ غیرے
مطلع نشود
کسرہ طریق تلقین این است کہ یکبار
شیخ گوید مرید بشنود و باز یکبار مرید گوید شیخ
بشنود تا سہ نوبت و حوالہ سازد یعنی چنانچہ مرا
از پیران رسیدہ است من بتو رسانیدم و
مرید قبول کند و امر کند طالب را کہ بعد ہر نماز
پنجگانہ درود دہ بار و اخلاص دہ بار و شش رکعت
بسہ سلام صلاۃ اوابین گذارد و دو رکعت
بعد این بہ نیت حفظ ایمان بخواند و طریق آن را
بیان کردیم در کتاب مرقع و نزد خواب صدبار
تہلیل بخواند و فاتحہ بارواح اہل شجرہ خویش میخواندہ
باشد کسرہ بدانکہ اذکار را بر مراقبات مقدم باید
داشت و بعضے در اول وہلہ مراقبہ فرمایند و

بدلیل اس آیت کے کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ
یعنی اللہ تعالی کا ہاتھ تمہارے ہاتھ کے اوپر ہے اور جو
لوگ گرد و پیش بیٹھے ہوں طالب کا دامن پکڑیں اور جو ہجوم
زیادہ ہو تو جس شخص نے طالب کا دامن پکڑا ہو اُسکا
دامن دوسرا شخص پکڑے اور پھر اُس کا دامن تیسرا اسی
طرح جہاں تک ہوں پھر مرید کہے کہ میں نے بیعت کی اور
اقرار کیا کہ شرع کے طریقہ پر رہونگا اور خدا کی محبت میں
اپنے دل کو دیا اُسکے بعد خرقہ پہنا دے اور پڑھے
ھذا لباس التقوی وذلك خیر والعاقبۃ للمتقین
پھر مرید کو خلوت میں اس طرح پر کہ غیر کو خبر نہ ہو جو اُسکے
مناسب ہو ذکر سکھائے کسرہ تعلیم کا یہ طریقہ ہے
کہ ایک بار شیخ کہے مرید سنے پھر مرید کہے شیخ سنے
اسی طرح تین مرتبہ کرے اور حوالہ کرے یعنی شیخ کہے
کہ جیسے مجھے اپنے پیروں سے پہونچا ہے میں نے
تجھے پہونچایا اور مرید قبول کرے اور طالب کو حکم دے
کہ ہر نماز پنجگانہ کے بعد دس بار درود اور دس بار
اخلاص اور صلوٰۃ اوابین چھ رکعت تین سلام سے پڑھے
اسکے بعد بہ نیت حفاظت ایمان دو رکعت نماز پڑھے اور
اسکا طریقہ ہمنے اپنی کتاب مرقع میں بیان کیا ہے اور سونے
وقت لا الہ الا اللہ سو بار پڑھے اور اپنے سلسلے کے
مشائخ پر فاتحہ پڑھکر بخشتا رہے کسرہ جاننا
چاہیئے کہ اذکار کو مراقبہ پر مقدم رکھنا چاہیئے اور
بعضے پہلے ہی وہلہ میں مراقبہ کا حکم دیتے ہیں پس

این نیز رواست اگر استعداد مرید مقتضی آن
باشد بلکه طرح مؤنثہ ہرچند بیشتر بہتر اما حق آنست
کہ اولاً بذکر رنگین کنند و بجوشانند و بخروشانند
بعد ازان بمراقبہ بیرنگ کنند وخموشانند
وبیارامانند لیکن در اذکار تفاوت جلی است
آنراکہ بیر مشغول بدنیا بیند اولاً نفی و
اثبات فرمایند وآنراکہ اندکے روئے
محبت سوئے محبوب دارد اسم جلالیہ فرمایند
یعنی اللّٰہ وآنکہ در وے معنے اطلاق و بے تعلقی
دل با رقت طبع احساس نمایند ھُو فرمایند
وامثال ذٰلک و پیدا است کہ ہرکدام را سعی
وطورے ونمطے مقرر است و دریں وصل
شرح آن نمائیم بمشیئۃ تعالیٰ ومقصود ما دریں
اوراق استقصائے اعداد اذکار و مراقبات
نیست چنانچہ در کتب بعضے اقسام اذکار بالوف
کشیدہ وانواع مراقبات بمآت مقصود است
کہ بعضے اذکار کہ خلاصہ ولب اقسام اذکار
باشند وبعضے مراقبات کہ مختار وخ انواع مراقبات
باشد آنرا بنمائیم کہ آنکہ مالک این مراتب گشت مادون
آنرا نیز مالک توے اند بود لقمہ ذکر نفی واثبات چہار
ضربی در خلوت تنگ وتاریک مربع بنشیند اگرچہ مربع
نشستن بدعت است وجلسہ متکبران و در
جملہ اوقات منہیست الا در وقت ذکر گفتن

اگر مرید کی استعداد اسکے لائق ہو تو یہ بھی روا ہے بلکہ جسقدر
محنت زیادہ کرے گا اسقدر بہتر ہو گا مگر حق یہ ہے کہ
طالب کو اولاً ذکر سے رنگین کریں اور جوش وخروش
میں لاویں اسکے بعد مراقبہ سے دھیما کریں اور سکوت
اور آرام دیں لیکن اذکار میں چونکہ تفاوت ہوا کرتا ہے
پس جب پیر مرید کو دیکھے کہ دنیا کی طرف متوجہ ہے
تو پہلے پہل نفی واثبات تعلیم کرے اور جس میں کچھ عشق
کی بو معلوم ہو اسکو اسم جلالی یعنی اللّٰہ سکھاوے اور جسکی
طبیعت میں نرمی ہو اور دل بے تعلق ہو اور آزادی
پائی جائے تو اس کو ھُو کا حکم دے اسی طرح ہر موقع
اور محل کو دیکھ لے کیونکہ ہر کسی کے لئے ایک طریقہ
اور طرز اور سعی جداگانہ معین ہے جس کی تفصیل ہم اسی
وصل میں کرینگے اگر خدا کو منظور ہے اور ان ورقوں
میں ہمارا یہ نہیں مقصود ہے کہ مراقبات اور اذکار کی
تعداد کو پورا لکھیں جس طرح بعض کتابوں میں ذکر کے
اقسام ہزارہا اور مراقبات کے انواع صدہا مندرج
ہیں بلکہ یہ مقصود ہے کہ اذکار میں جو لب لباب ہے
اور مراقبات میں جو مغز ہے اور مختار ہے اسکو یہاں پر
لکھیں کیونکہ جو اسپر قادر ہو جائے گا وہ اسکے نیچے
پر بھی قادر ہو گا لقمہ نفی واثبات چار ضربی کے بیان
میں۔ ایک مکان تنگ اور تاریک میں مربع بیٹھے
اگرچہ مربع بیٹھنا بدعت ہے اور متکبروں کی
نشست ہے سوائے حالت ذکر کے ہر وقت یہ

طریقہ ذکر نفی و اثبات چہار ضربی

که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چون نماز بامداد
گزاردے درمقام خویش بذکر مربع نشستے
تا آفتاب نیک برآمدے - و پشت راست
دارد و چشم بربندد و دو دست بر ہر دو زانو
نہد و از انگشت نرینہ پائے راست بانگشت
متصل آں رگ کیماس جانب چپ محکم گیرد تا
در باطن قلب حرارتے پیدا شود کہ موجب
تصفیہ است و ازیں حرارت چربی کہ گرداگرد
دل است کہ محل و مقر خناس گفتہ اند بگدازد
و وساوس و ہواجس کم گردد بعدہ بیکدل و
یک زبان بذکر مشغول گردد جہر یا خفیہ آنچہ
مقتضائے وقت و طبع باشد و مراعات کند
شرائط ایں بیت را بیت برزخ و ذات
وصفات و مدو شد و تحت و فوق :: حی نماید
طالباں را کل نفس ذوق و شوق :: و شرائط
ایں بیت در ذکر سر پایہ نیز مراعات نمایند
اما آنجا بمعنی دیگر و اینجا مقصود اینست کہ مراد
از برزخ صورت شیخ است و مراد از ذات
وجود مطلق سبحانہ و تعالی و مراد از صفات ائمہ سبعہ کہ
حیات و علم و قدرت و ارادت و سمع و بصر و کلام اند
و مراد از مد مد کلمہ لا الہ و مراد از شد تشدید الا اللہ و
مراد از تحت شروع کلمہ لا از سر زانوئے چپ و ایصال
کلمہ آلہ تا کتف راست و آنجا نفس راست

نشست ممنوع ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اُسی مقام میں
مربع بیٹھکر ذکر کرتے یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا اور پیٹھ
سیدھی رکھے اور آنکھ بند کرے اور دونوں ہاتھ دونوں زانو
پر رکھے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اُس انگلی سے
جو اُس سے ملی ہے بائیں پاؤں کی رگ کیماس کو
زور سے پکڑے تاکہ قلب کے اندر حرارت پیدا ہوجائے
جو تصفیہ کا باعث ہے اور اس حرارت کے باعث
سے وہ چربی جو دل کے گرداگرد ہے اور جس کو خناس کا
محل اور قرارگاہ کہتے ہیں پگھل جاتی ہے اور وسوسے
اور خطرات کم ہوجاتے ہیں اسکے بعد یکدل اور یک
زبان ہوکر بمقتضائے طبیعت اور وقت کے جہر سے
یا آہستہ سے ذکر میں مشغول ہووے اور اس بیت کی
شرائط کی رعایت کرے بیت برزخ و ذات وصفات
و مدو شد و تحت و فوق :: حی نماید طالباں را کل نفس ذوق و
شوق :: مراد برزخ سے شیخ کی صورت ہے اور ذات
سے مراد وجود مطلق سبحانہ تعالے کا ہے اور صفات
سے مراد ساتوں امام ہیں یعنی حیات اور علم اور قدرت
اور ارادہ اور سمع اور بصر اور کلام اور مد سے مراد یہ
ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کھینچے اور شد سے مراد الا اللہ
کی تشدید ہے اور تحت سے مراد ہے آغاز کلمہ
لا کا بائیں زانو کے شروع سے اور پہونچانا کلمہ آلہ
کا داہنے مونڈھے تک اور پھر یہاں پر دم کو راست

کردہ بقوت زدن بر فضائے دل بہ کلمۂ الا اللہ و ایں مراد است از فوق و ایں ذکر را نفی و اثبات چہار ضربی گویند۔

لقمہ

بدانکہ خطرات چہار اند خطرۂ شیطانی و آں موجب تکبر و غضب و عداوت و حسد و امثال آنست۔ خطرۂ نفسانی و آں موجب شہوۃ طعام و فرج و ادخار و زینت و امثال آنست و خطرۂ ملکی و آں موجب عبادات و طاعات بر ائے مثوبات و امثال آنست و خطرۂ رحمانی و آں موجب اخلاص و محبت و شوق و امثال آنست پس زانوئے چپ موضع دفع خطرۂ شیطانی است کہ مقر او چپ است و سر زانو راست موضع دفع خطرۂ نفسانیست کہ ہموارہ میان نفس و شیطان مقابلہ شرکت است در اغوا و کتف راست موضع دفع خطرۂ ملکی است کہ کاتب یمین است و فضائے دل مقر و موضع نصب خطرۂ رحمانی است و چوں ملاحظہ در تفصیل ایں خطرات موجب تشتت بال و توزع حال است پس امر کلی کہ جامع ایں مراتب باشد تلقین فرمایند پس در اوائل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اے لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ

کر کے فضائے دل پر زور سے کلمۂ الا اللہ کے ساتھ مارنا اور فوق مراد اسی سے ہے۔ اس ضرب کا نام نفی و اثبات چار ضربی ہے اور اس بیت کی شرطوں کو ذکر سر پا یہ میں بھی رعایت رکھنا چاہیئے (مگر وہاں پر کچھ اور مقصود ہے) اور یہاں پر جو بیان ہوا لقمہ جاننا چاہیئے کہ خطرے چار ہیں خطرۂ شیطانی جو تکبر اور غضب اور عداوت اور حسد وغیرہ کا باعث ہے اور جو خطرۂ نفسانی جس سے خواہش طعام اور شہوت فرج اور حرص ذخیرہ اور ہوس زینت وغیرہ پیدا ہوتی ہے اور خطرۂ ملکی جس سے ثواب کے امور جیسے طاعات و عبادات اور اس کی مثل پیدا ہوتے ہیں اور خطرۂ رحمانی جس سے اخلاص اور محبت اور شوق اور اس کی مثل پیدا ہوتا ہے پس بائیں زانو کا سر شیطانی خطرے کے دفع کا محل ہے کیونکہ بائیں جانب مقام شیطان کا ہے اور داہنی زانو کا سر خطرۂ نفسانی کے دفع کا موقع ہے کیونکہ بہکانے میں ہمیشہ نفس و شیطان کے درمیان شرکت کے لئے مقابلہ رہتا ہے اور داہنا کندھا خطرہ ملکی کے دفع کا مقام ہے جو داہنا کاتب ہے اور دل کی فضا خطرۂ رحمانی کے رہنے کا مقام ہے اور چونکہ ان خطرات کی تفصیل بیانی میں مرید پراگندہ خاطر اور پریشان حال ہو جائے گا اسواسطے جو امر کلی کہ ان مراتب کے جامع ہوں تعلیم کرے پس اوائل میں لا الٰہ الا اللہ یعنی لا معبود الا اللہ تعلیم کرے اس کے بعد

لَا مَقْصُوْدَ ثُمَّ لَا مَطْلُوْبَ ثُمَّ لَا مَوْجُوْدَ ہم

خطرات در حیطۂ این منطمس گردد و این سبے ہیچ در اوّل حال تلقین ہمین را خیر احسن میداند کہ رفع مؤنت و کوتاہ کردن سفر اقرب بصواب است و این مراتب را اگر مرید عجمی باشد بہر زبان کہ داشتہ باشد تلقین فرمایند لقمہ ذکر دو ضربی دمادم یک ضربش لا الٰہ است بر کتف یمین و ضرب دوم الا اللہ بر فضاء دل و باید کہ محمد رسول اللہ سوم یا پنجم یا ہفتم یا نہم بار بگوید و برائے بساطت این ذکر بہ نسبت چہار ضربے تفرقہ درین کم است لقمہ باید کہ بعد نفی و اثبات اثبات گوید و بعد اثبات اسم ذات و باید کہ کلمہ اللہ را از الا اللہ بیار بگوید و ہمچنان الا اللہ را از مجموع لا الٰہ الا اللہ لقمہ ذکر نفلقہ و آن گفتن کلمہ اللہ پیوستہ من غیر انفصال خفیہ دہن کشادہ یا بستہ و بعضے حبس نفس درین بکنند و بعضے نکنند لقمہ ذکر سہ پایہ این ذکر مشابہ ابریق است کہ او را سہ پایہ باشد کہ بوجود یکے قائم نتوان شد ایں ذکر را سہ رکن است یکے اسم ذات دوم ملاحظہ صفات اتہات یعنی علیم سمیع بصیر سوم واسطہ کہ آن را برزخ گویند و شرائط این ذکر ہفت است ؎ بیت ؎

برزخ و ذات و صفات و شد و مد و تحت و فوق
می نماید طالبان را کل نفس ذوق و شوق

لَا مَقْصُوْدَ پھر لَا مَطْلُوْبَ پھر لَا مَوْجُوْدَ

سارے خطرات اس سے مٹ جاینگے اور رہبر نزدیک پہلے پہل اسکے آخر کا سکہانا اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ محنت کی تخفیف اور سفر کا کم کرنا اچھی بات ہے اور اگر مرید عجمی ہو تو اُسی کی زبان تعلیم کرے لقمہ ذکر دو ضربی یہ ہے کہ دمبدم داہنے کندھے پر لا الٰہ کی ایک ضرب اور دل کی فضا پر الا اللہ کی دوسری ضرب ہے اور تین یا پانچ یا سات یا نو بار کہکر ایک بار محمد رسول اللہ کہے اور چونکہ بہ نسبت ذکر چار ضربی کے اس میں بساطت ہے اس وجہ سے اسمیں تفرقہ نہیں ہے لقمہ نفی اور اثبات کے بعد اثبات اور اثبات کے بعد اسم ذات کہنا چاہیے اور الا اللہ سے اللہ اور لا الٰہ الا اللہ سے الا اللہ زیادہ کہنا چاہیے لقمہ ذکر نفلقہ یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ آہستہ متصل بلافصل کے منہ کھولکر یا بند کر کے کہے بعضے اسمیں حبس نفس کرتے ہیں اور بعضے نہیں لقمہ ذکر سہ پایہ یہ ذکر سہ پایہ ابریق کے مشابہ ہے کہ اگر ایک پایہ نہ ہو تو قائم نہیں ہو سکتا اس ذکر میں تین رکن ہیں ایک اسم ذات اور دوسرے اصول صفات یعنی علیم سمیع بصیر کا ملاحظہ تیسرے واسطہ کہ اس کو برزخ کہتے ہیں اور اس ذکر کی سات شرط ہیں بیت برزخ و ذات و صفات و شد و مد و تحت و فوق :: می نماید طالبان را کل نفس ذوق و شوق :: یعنی یہ سات صفات ایسی ہیں کہ

ذکر دو ضربی

ذکر نفلقہ

ذکر سہ پایہ

برزخ عبارت از واسطہ است چنانکہ گذشت
وذات عبارت از اسم ذات است
یعنی اللہ وصفات عبارت از صفات
امہات یعنی علیم سمیع بصیر وشد عبارت
از تغلیظ تشدید اللہ است ومد عبارت
از تمدید الف اللہ است وتحت عبارت
از انست کہ ہمزۂ اللہ را از زیر ناف
شروع کند یا فوق وفوق عبارت
از انست کہ در دماغ تمام کند وچون
این ذکر سہ پایہ را بے حبس نفس نمے
کنند این را بطریق شرطیہ ذکر نکردہ
طریقش آنست کہ ہمزۂ اللہ را از تحت
ناف بقوت برکشد وتمام دم بسوئے
سینہ بگیرد وقبض دم کند وبدل اللہ بگوید
وباوے سمیع بگوید بتصور معنیش باز اللہ بگوید
وباوے بصیر بگوید با تصور معنیش وباز اللہ
بگوید وباوے علیم بگوید با تصور معنیش واین
را عروج گویند ثم العلیم ثم البصیر ثم السمیع و
این را نزول گویند ثم السمیع ثم البصیر ثم العلیم واین
را عروج ثانی گویند وسر درین نست کہ احاطہ سمیع
کمتر از احاطہ بصیر است واحاطہ بصیر کمتر از احاطہ
علیم است پس سالک در اول حال در مرتبہ عقل وشہادت
است کہ مرتبہ ایست تنگ تر از ہمہ مراتب پس تقدیم

طالبوں میں ہر دم ذوق اور شوق پیدا کرتے ہیں برزخ
مراد ہے واسطے سے جیسا گذر چکا اور مراد ذات سے
اسم ذات اور مراد صفات سے اصول صفات یعنی علیم
سمیع بصیر ہے اور مراد شد سے یہ ہے کہ لفظ اللہ کا
تشدید پورے طور سے ادا کرے اور مراد تمدید سے
یہ ہے کہ اللہ کے الف کو خوب طول دے اور مراد
تحت سے یہ ہے کہ اللہ کے ہمزہ کو زور سے ناف
کے نیچے سے شروع کرے اور مراد فوق سے یہ ہے
کہ دماغ میں تمام کرے اور چونکہ اس ذکر کو بلا حبس
نفس کے نہیں کرتے اسوجہ سے شرطیہ کے طور
پر شعر میں نہیں ذکر کیا اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے
ہمزہ کو ناف کے نیچے سے زور سے کھینچے اور تمام
سانس کو سینہ کی طرف لیکر بند کرے اور دل میں اللہ
کہے اور اسکے ساتھ سمیع کہے اور اسکے معنے کو تصور
کرے پھر اللہ کہے اور اسکے ساتھ بصیر کہے اور
اسکے معنی کو تصور کرے پھر اللہ کہے اور اسکے ساتھ علیم
کہکر اسکے معنے کو تصور کرے اس کو عروج کہتے ہیں پھر
علیم پھر بصیر پھر سمیع اس کو نزول کہتے ہیں پھر سمیع پھر
بصیر پھر علیم اس کو عروج ثانی کہتے ہیں اسمیں یہ
بھید ہے کہ سمیع کا احاطہ بصیر کے احاطہ سے کمتر ہے
اور بصیر کا احاطہ علیم کے احاطہ سے کمتر ہے پس سالک
اول حال میں عقل اور شہادت کے مرتبہ میں ہے اور
یہ مرتبہ تمام مراتب سے بہت تنگ ہے اسکے بعد سمیع کو

سمیع نماید و چوں ازیں ترقی کند بمرتبہ غیب
رسد و آں مرتبہ ایست اوسع تقدیم بصیر نماید
و چوں ازیں ترقی کند بمرتبہ غیب الغیب
رسد و آں مرتبہ ایست اوسع تر علیم تصور
نماید و باز رجوع نماید و باید دانست اللہ
سمیع اللہ بصیر اللہ علیم اللہ علیم اللہ بصیر اللہ
سمیع اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم یک ذکر
است کہ مشتمل است بر دو عروج متوسط النزول
و حبس دم آنقدر نماید کہ در دو سہ ذکر
یا زیادہ تا دو صد و پنجاہ ذکر تواند کرد تا
حرارت در باطن پیدا آید و وسوسات باطنہ
کہ تعلق گاہ خناس موسوس است سوختہ
گردد و خطرہ بندی رو نماید و محبوبیت غالب
آید بدانکہ در تحت فائدہ بسیار و حرج بیشمار است
اما بے تحت ذکر ناقص است مع ہذا لکن ازاں
چارہ نبود اما باید کہ خود را در حرج بسیار نیندازد
و تحت ہم در کار دارد واللہ یعصمک حامی
وقت است تفصیل ذکر سہ پایہ آنست
کہ مربع بنشیند و بدو انگشت ابہام و سبابہ
پائے راست رگ کیماس پائے چپ بگیرد و ناف
درون کردہ اندکے میل از فرود ببالا دہد و ہر دو چشم
را فرو بندد و احضار برزخ کند و اسم مبارک اللہ از زیر
ناف ببالا کشد بشدت تمام و لام دوم را مد طویل

تفصیل ذکر سہ پایہ

مقدم کرے اور جب اس سے بڑھکر غیب کے مرتبہ میں
پہونچے (جو ایک اوسع مرتبہ ہے) تو بصیر کو مقدم کرے
اور جب اس سے بڑھکر غیب الغیب کے مرتبے میں پہونچے
(جو ایک اوسع تر مرتبہ ہے) تو علیم کو تصور کرے اور پھر رجوع
کرے۔ جاننا چاہیے کہ اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم اللہ
علیم اللہ بصیر اللہ سمیع اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم ایک
ذکر ہے جس میں دو عروج ہیں اور انکے درمیان میں ایک
نزول ہے اور اسقدر حبس دم کرے کہ دو تین ذکر یا ڈھائی
سو تک کر سکے تاکہ باطن میں حرارت پیدا ہو جائے
اور وسوسات باطنہ جو خناس کے وسوسے کے محل ہیں
جل جائیں اور خطرہ بندی ظاہر ہونے لگے اور محبوبیت
غالب آجائے۔ جاننا چاہیے کہ تحت میں بہت سے
فائدے ہیں اور حرج بھی بہت ہیں مگر بے تحت کے
ذکر ناقص ہے اور بلا اسکے چارہ بھی نہیں ہے مگر ذاکر کو
چاہیے کہ اپنے کو بہت حرج میں نہ پڑنے دے اور اسکو
کرتا جائے اور خدا سے حفاظت طلب کرتا جائے
کہ اس سے بچا دے گا۔ ذکر سہ پایہ کی تفصیل اسطرح ہے
کہ مربع بیٹھکر داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور سبابہ سے
بائیں پاؤں کی رگ کیماس کو مضبوط پکڑے اور ناف کو
اندر کر کے ذرا نیچے سے اوپر کی جانب کرے اور
دونوں آنکھوں کو بند کرے اور شیخ کی صورت کو دل
میں حاضر کر کے اسم مبارک اللہ کو ناف کے نیچے
سے سختی سے اوپر کو کھینچے اور دوسرے لام کے مد کو بہت

دہد و یا لفظ اللہ سمیع بعدہٗ بصیر بعدہٗ علیم
ملاحظہ کند و این را در کتب مشائخ نزول نوشتہ
اند اما مختار فقیر آنست کہ بالا نوشتہ شد جہت
سببے کہ آنجا مفصل مذکور است و چوں سعی
نمودہ کار بجائے رساند کہ بیک نفس دو بیست
و پنجاہ بار لفظ اللہ را بہ اسم مذکور بشرائط
مذکورہ ادا نماید بآں سہ صفت پنج صفت
دیگر اعنی دائم قائم حاضر ناظر شاہد اضافہ
فرماید و چوں این نیز بر عروج و نزول در یک
نفس بر دو بیست و پنجاہ رسد و از انوار ہر یک
بہرہ مند شود بآں صفات ہفت صفات
دیگر کہ آنہا را ائمہ سبعہ خوانند اضافہ نماید
چوں درین استقامت یافت صفات
مرکبہ زیادہ کند چوں اکرم الاکرمین و
ارحم الراحمین و اجود الاجودین و ذوالفضل
العظیم و رب العرش العظیم لقمہ در مشرب
شطار اسم ذات بزبان یا بدل بگوید و ملاحظہ
اسماء صفات یعنی سمیع و بصیر و علیم در خیال
دارد و برزخ شیخ پیش نظر گیرد و مدو شد کند
و از زیر ناف آغاز کند و تا تارک ساند در یکدم
یک بار در محاربہ صغیرہ و در یکدم صد بار در
محاربہ کبیرہ چوں درین صفات استقرار
یافت صفات دیگر گوید و عروج و نزول

طول کرے اور اللہ کے لفظ کے ساتھ سمیع کو اسکے بعد
بصیر کو اسکے بعد علیم کو معنے کا لحاظ کر کے ملادے مشائخ
کی کتابوں میں اسکو نزول لکھا ہے مگر میرے نزدیک
مختار وہ ہے جو اوپر گذرا اور اسکا سبب بھی اوپر بیان
ہو چکا اور جب محنت کرتے کرتے یہانتک نوبت پہونچے
کہ ایک سانس میں ڈھائی سو بار ان تینوں اسموں کے
ساتھ مع شرائط ادا کرنے لگے تو ان تینوں صفات کے
ساتھ اور پانچ صفات یعنی دائم قائم حاضر ناظر شاہد
بھی ملادے اور جب یہ بھی عروج اور نزول میں ایک
سانس میں ڈھائی سو مرتبے تک پہونچ جائے اور
ہر ایک کے انوار سے بہرہ مند ہو جائے تو ان صفات
کے ساتھ اور صفات جن کو سات امام کہتے ہیں ملادے
اور جب یہ بھی پوری ہو جائیں تو صفات مرکبہ جیسے اکرم
الاکرمین اور ارحم الراحمین اور اجود الاجودین اور ذوالفضل
العظیم اور رب العرش العظیم ملادے
لقمہ شطاری طریقہ میں اسم ذات زبان سے یا
دل میں کہے اور اسماء صفات یعنی سمیع بصیر علیم
کو خیال میں جمادے اور شیخ کی برزخ کو نظر
کے سامنے رکھے اور مدو شد کرے اور ناف
کے نیچے سے شروع کرے اور سر کے تالو تک
پہونچادے حملہ صغیر میں ایک سانس میں ایک بار اور حملہ
کبیر میں ایک سانس میں سو بار پھر جب ان صفات کو حاصل
کر لیا تو دوسری شروع کرے اور عروج و نزول کی

بمراعات نماید و در محاربۂ کبیرہ دم گرفتہ بشدت
تمام با ملاحظہ واسطہ ذکر گوید تا بیخودی و بیہوشی
آرد آنچہ بگرسنگی بسیار و بیداری بیشمار
حاصل می شود باین در اندک حاصل می شود

لقمہ

ذکر شش ضربی و چہار ضربی

ذکر شش ضربی و چہار ضربی۔ ذکر اللہ شش
ضربی و چہار ضربی نیز گویند شش ضربی آنست
کہ ہر ضربے در جہتے زند و چہار ضربی آنست
کہ مستقبل قبلہ نشیند و مصحف پیش روئے
خود دارد و یا قبر بزرگے ضرب اول بر چپ و
ضرب دوم براست و ضرب سوم بر مصحف
و ضرب چہارم بر دل زند و مستغرق ذکر و کشف
معنے قرآن و حال اہل قبور گردد اما
بملاحظہ واسطہ نماید کہ بے آن فائدہ ندارد

لقمہ

ذکر حدادی

ذکر حدادی۔ کلمہ لا الٰہ از طرف چپ با ملاحظہ
شروع کند و بر ہر دو زانو ایستادہ شود و کلمہ
الا اللہ با قوت تمام و ضرب شدید بر فضائے
دل زند و بنشیند چنانچہ حداد بر دو دست پتک
بر آہن محکم میزند ہم بریں نہج بکند تا ذوق دہد از
امام ابو حفص حداد منقول است و دریں مشقت بسیار است

لقمہ

پاس انفاس

پاس انفاس کلمہ لا الٰہ را با دم بیرون گزارد و کلمہ الا اللہ

رعایت کرتا رہے اور حملہ کبیرہ میں شیخ کی صورت کا تصور
کر کے خوب زور سے دم بند کر کے ذکر کرے یہانتک
کہ بیہوشی اور بیخودی طاری ہو جائے اور جو مقصود کہ
بہت بھوکے رہنے اور کثرت سے بیداری کرنے سے
حاصل ہوتا ہے اسیں تھوڑے زمانہ میں حاصل ہوگا
لقمہ۔ ذکر شش ضربی و چار ضربی کا بیان۔ اللہ
کے ذکر کو شش ضربی اور چار ضربی بھی کہتے ہیں
شش ضربی یہ ہے کہ ہر چھ جہت میں ہو اور چار ضربی
یہ ہے کہ قبلہ رو بیٹھکر مصحف یا کسی بزرگ کی قبر سامنے
رکھے پہلی ضرب بائیں طرف اور دوسری ضرب دائیں
طرف اور تیسری ضرب مصحف پر اور چوتھی ضرب دل پر مارے
اور ذکر میں مستغرق ہو اور معنی قرآن اور اہل قبور کے
حال کا انکشاف چاہئیے اس میں شیخ کی صورت کا
تصور ضرور ہے بغیر اسکے فائدہ حاصل نہ ہوگا
لقمہ ذکر حدادی کا بیان۔ کلمہ لا الٰہ کو کشش اور تصور
شیخ کے ساتھ بائیں طرف سے شروع کرے اور دونوں
زانوں کے بل کھڑا ہو جائے اور کلمہ الا اللہ کو خوب زور
سے ضرب شدید کے ساتھ دل کی فضا پر مارے اور بیٹھ
جائے جیسے لہار دونوں ہاتھ سے ہتھوڑا لوہے پر زور
سے مارتا ہے اسی طریقہ پر کرتا رہے تاکہ ذوق پیدا
ہو جائے اسیں محنت بہت ہے اور امام ابو حفص حداد
سے منقول ہے لقمہ پاس انفاس کا بیان
کلمہ لا الٰہ کو دم کے ساتھ باہر نکالے اور کلمہ الا اللہ

را با دم بالا کشد و بدم ذاکر باشد و نظر پیوستہ در
بست و کشاد بر ناف دارد چندان ذکر کند کہ
دم ذاکر در خواب و بیداری ذاکر گردد و عمر ذاکر
بریں ذکر دو چنداں گردد **لقمہ** گاہ باشد
کہ پاس انفاس بکلمۂ اللہ بکنند و سند او این است
کہ ضم ہائے اللہ را باشباع خوانند تا واو
ازو متولد شود و در وقت مد نفس اللّا بدم گویند
یعنی دم لسان دل باشد و در وقت جزر نفس
ہو بدم گویند بہمان معنی و در ذکر پاس انفاس
برابر است کہ ذکر لا الہ الا اللہ باشد یا ذکر
اللہ اگر صوت از خیشوم پیدا شود آن را
آرہ بینی گویند و این شورش و سوزش بسیار
آرد لیکن بدماغ حرارت و خشکی رساند خیشوم و
دماغ را بروغن بادام چرب کردہ باشند
و این ذکر را بہ کمال رسانند و کمالش آنست
کہ بے شعور و اختیار ذاکر دم ذاکر باشد و اگر
شخصے سادہ را کہ ہنوز لوح دل او از نقوش
اذکار و افکار منتقش نگشتہ باشد پیش روئے
خود زانو بزانو بنشاند و گوید کہ زنخ را بر سینہ نہد
و کمر را بطرف شکم کج کند و سینہ پیش برآوردہ
بنشیند و چشم بربندد و مرشد احساس نفس او
بکند وقت فرو بردن او دم خویش مرشد دم خود
بر دم وے سپرد ہر دو وقت برآوردن او دم خود را مرشد

کو دم کے ساتھ اوپر کو کھینچے اور دم سے ذکر کرے اور
ہر وقت بست و کشاد میں نظر ناف پر رکھے اور اتنا ذکر
کرے کہ جس سے دم خواب اور بیداری میں ذاکر ہو جائے
اس ذکر سے ذاکر کی عمر دوگنی ہوتی ہے **لقمہ**
کبھی پاس انفاس لفظ اللہ سے ہوتا ہے اُسکا طریقہ
یہ ہے کہ اللہ کے ہا کو پیش پڑھیں اس طرح کہ اُس میں واو
پیدا ہو اور سانس کھینچنے کے وقت اللّا سانس سے کہے
گویا وہ سانس دل کی زبان سے ہے اور سانس نکلتے
وقت ہو سانس سے کہے وہی معنی خیال کرکے اور پاس
انفاس میں چاہے لا الہ الا اللہ کا ذکر کریں یا اللہ کا اگر
ناک کی راہ سے آواز پیدا ہو تو اُسکو ناک کا آرہ کہتے
ہیں اس سے بہت شورش اور سوزش اور دماغ
میں بہت حرارت اور خشکی پیدا ہوتی ہے تو ناک اور
دماغ پر روغن بادام استعمال کرتے رہیں اور اس
ذکر کو کامل کریں اور اُس کا کمال یہ ہے کہ بیخبری کی
حالت میں ذاکر رہے اور اگر کسی سادے شخص کو
جس کے دل پر اذکار اور افکار کا اثر نہیں پڑا ہے
مرشد اپنے سامنے زانو بزانو بٹھا دے اور کہے کہ ٹھوڑی
کو سینے پر رکھے اور کمر کو پیٹ کی جانب اور سینہ اُبھار
کر بیٹھے اور آنکھ بند کرے اور اُس کے نفس کو
مرشد دریافت کرتا رہے جب مرید اپنا سانس
اندر کھینچے تو مرشد اپنے سانس کو اُس کے سانس پر
چھوڑے اور جب اُس کا سانس باہر نکلے تو مرشد

دم خود در کشد چون بایں طریق مشغول شود
یکایک نعرہ از مسترشد بر آید و ذکر لا الٰہ الا اللہ و
یا ذکر اللہ ہر چہ مرشد را مقام غالب بود از زبان
و دم جاری شود کہ مردم ازیں در حیرت باشند
و آنقدر سخت غالب آید کہ از گرمی آں خون از
بینی و گوش مسترشد بر آید و ایں را ذکر بسینہ
بسینہ می گویند کہ بے واسطۂ زبان تعلیم او
کنند اما مسترشد شاغل باشد خصوصاً بشغل
مراقبہ کہ با حبس نفس نماید تدبیر مرشد ہیچ
درو اثر نہ نماید کہ او نفس خویشتن در خود ورزیدہ
است بلکہ گاہ باشد کہ اثر بیخودی مشاغل ہجوم
بر مرشد نماید کہ از فکر تدبیر معطلش سازد و ایں
قسم در مجلسے برین بے ہیچ رفتہ و صورت
مجلس منعکس گشتہ لقمہ ذکر کشف الروح

کشف الروح

آیُّ رُوْحٍ کَانَ فِیْ آیِّ مَکَانٍ کَانَ
اول بست و یکبار یا رب بگوید پس بگوید یا
روح الروح و ضرب بر دل زند پس سر بالا
کند گوید یا روح ماشاء اللہ چوں از ذکر فارغ
شود توجہ مطلوب کند پس آں روح حاضر شود در
خواب یا بیداری اگر دو ہزار بار کند زود مقصود رسد
حضرت سید گیسو دراز ایں را از حضرت خواجہ نصیر الدین
چراغ دہلی قدس سرہما یافتہ اند لقمہ و بعضے اختصار
کلمہ طیبہ کنند ھو ھو ضرب اول براستاد ضرب

اپنا سانس اندر کھینچے جب اس طریقے کو کرتا رہیگا تو
یکایک مرید میں شورش پیدا ہو جائیگی اور مرشد کا جو
مقام غالب ہوگا خواہ ذکر لا الٰہ الا اللہ ہو یا ذکر اللہ کا
وہ مرید کی زبان اور سانس سے جاری ہوگا جس سے
لوگوں کو حیرت ہوگی اور اسقدر غلبہ ہوگا جسکی گرمی سے
مرید کے کان اور ناک سے خون جاری ہوگا اسکو
ذکر سینہ بسینہ کہتے ہیں کیونکہ اس کو بلا ذریعہ زبان
کے سکھاتے ہیں لیکن اگر سیکھنے والا ذکر میں
مشغول ہو خصوصاً اس مراقبہ میں جس میں حبس نفس
کرتے ہیں تو شیخ کی تدبیر کچھ کارگر نہ ہوگی کیونکہ اس
نے حبس دم کر لیا ہے بلکہ اس کی بیخودی کا اثر مرشد
پر پڑ جائیگا جس سے وہ اپنی تدبیر سے بیکار ہو جائیگا
چنانچہ ایسا ہی واقعہ ایک مجلس میں مجھ پر گذرا جس سے
مجلس کی صورت برعکس ہو گئی۔ لقمہ ذکر کشف
روح ۔ کوئی روح ہو اور جہاں ہو۔ پہلے اکیس مرتبے
یارب کہے پھر یا روح الروح کہے اور دل پر ضرب
مارے پھر سر اٹھا کر یا روح ماشاء اللہ کہے جب
ذکر سے فارغ ہو تو مطلوب کی طرف متوجہ ہو پس
خواب یا بیداری میں وہ روح حاضر ہوگی اور اگر دو ہزار
مرتبے یہ عمل کرے جلد مقصود حاصل ہو حضرت سید
گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو حضرت خواجہ نصیر الدین
چراغ دہلی سے سیکھا ہے لقمہ بعضے کلمہ طیبہ کا اختصار
کرکے ھو ھو کہکر پہلی ضرب داہنی جانب اور دوسری

دوم بر چپ و ضرب سوم بر دل لقمہ ذکر کشف
قبور نزدیک قبر بنشیند و سر بالا کند جانب آسمان
و گوید الکشف لی یا نور پس ضرب بر دل کند و بگوید
الکشف لی پس ضرب بر قبر مقابل روئے میت
کند پس گوید عن حالہ حال میت معلوم میشود علانیہ
یا در خواب لقمہ ذکر اجابۃ الدعوات ضرب
بر ابط کند اول بر راست گوید یا رب پس چپ گوید یا رب
پس بر دل گوید یا رب پس بیاء متکلم گوید کذا کند این
ذکر بسیار گوید و چون خواہد کہ تمام کند دو دست بالا
کند و بگوید یا ربی و بر روئے خود فرود آرد و در
دل حضور مراد و مقصود باشد بالغا ما کان این از اذکار
شیخ الحقیقۃ شیخ محی الدین ابن عربی است لقمہ
اصل در سلسلہ نقشبندیہ این ذکر است کہ الصاق کند زبان
را بحنک و حبس بکند و شروع بکند از کلمہ لا در حالتیکہ
ابتدا کنندہ است از ناف و کشندہ است آن را بجانب
دماغ بعد ازاں میل دہد کلمہ الہ بجانب کتف یمین و بہ
الا اللہ بجانب یسار پس بضربے قوی بر فضائے دل زند
بحیثیتیکہ آثار ضرب در سائر جسد ظاہر شود و صورت این ذکر
چنین پیدا شود کہ در خطوط محسوس نمائی و این صورت

ناف — صورت ذکر اینست — قلب
دماغ

کلمہ لا است پس
باین صورت ذاکر خود
را نیست و نفی کند و
حق را ثابت نماید بلسان قلب گوید الٰہی انت مقصودی و رضاک

بائیں جانب اور تیسری دل پر مارتے ہیں لقمہ ذکر
کشف قبور۔ قبر کے پاس بیٹھے اور آسمان کی طرف منہ
کرکے الکشف لی یا نور کہکر دل پر ضرب مارے اور الکشف
لی کہکر مردہ کے منہ کے مقابل میں قبر پر ضرب مارے
اور عن حالہ کہے علانیہ یا خواب میں میت کا حال معلوم
ہو جائیگا لقمہ ذکر دعا قبول ہونیکے لیے یا رب کہکر
داہنی بغل پر مارے پھر یا رب کہکر دل پر اس کے بعد
یا ربی اسی طریقہ سے کہے اور یہ ذکر بہت کرے جب
پورا کرنا چاہے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر یا ربی کہکر منہ پر پھیرے
اور جو مقصود ہو دل میں حاضر رکھے یہ ذکر حضرت شیخ
محی الدین عربی سے منقول ہے لقمہ اصل ذکر
سلسلہ نقشبندیہ میں یہ ہے کہ زبان تالو میں لگا دے
اور حبس دم کرے اور ناف سے کلمہ لا کو شروع کرکے
دماغ میں پہونچائے اسکے بعد مائل ہو کلمہ الہ کے
ساتھ داہنے کندھے کی طرف اور الا اللہ کے ساتھ
بائیں کندھے کی طرف اور قوی ضرب دل پر مارے
جس کے آثار سارے بدن پر ظاہر ہو جائیں اور یہ ذکر
اس طرح کرے جیسا ایک خط میں ہے جسکی صورت کلمہ
لا کی ہے پس اس ذکر کی صورت کے موافق ذاکر اپنے کو

ناف — صورت ذکر یہ ہے — قلب
دماغ

نابود اور حق کو
ثابت کرے اور
دل کی زبان
سے کہے الٰہی انت مقصودی و رضاک
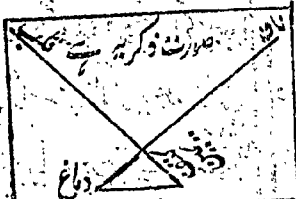
مطلوب دمی باید کہ بظاہر سالک ہیچ حرکتے دریں
نفی و اثبات محسوس نشود و در حبس و تارا ذکار نماید
و در نوبت کہ تسریح نفس خواہد کرد محمد رسول اللہ
بزبان قلب بگوید و اثر این ذکر اینست کہ منفی
گردد بہ نفی و مثبت باثبات و چوں عدد ذکر متجاوز
از بست و یکبار شود و اثر آں برو مترتب نگردد و
بیخودی و محویت رو نہ نماید پس از سر گیرد کہ در
شرط خطا کردہ باشد و الا این ذکر جالب اثر خود است
لقمہ نفی و اثبات دو ضربی یا چہار ضربی آغاز
نماید و در راست پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام را
تصور کند و در چپ پیر خود را تصور کند و در پیشگاہ
دل حضرت عزت سبحانہ جل شانہ تصور نماید و
نزد بعضے پیش رو مابین طرفین حضرت وجود مطلق
کند لقمہ ذکر دفع مرض راستا گوید یا احد چپا گوید یا صمد
بر دل گوید یا وتر لقمہ بعد نفل عشا ذکر یا وہاب ہفتاد
بار بگوید احتیاج دنیاوی دفع شود و دوگانہ اول اینجا
باید خواند و در ہر رکعتے بعد از فاتحہ اخلاص یازدہ بار
بخواند لقمہ ذکر مشی اقدام رفتن قدم بہ قدم اگر شتاب
میرود در ہر گامے الا اللہ الا اللہ گوید و اگر آہستہ میرود
در وضع پائے راست لا گوید و در وضع پائے چپ
الہ گوید باز در وضع پائے راست الا گوید و در وضع
پائے چپ اللہ گوید و اگر میانہ رود در ہر قدمے اللہ اللہ گوید لقمہ
مجموعہ کلمہ لا الہ الا اللہ ذکر ناسوتی است و الا اللہ ملکوتی است و اللہ

لقمہ نفی و اثبات

لقمہ ذکر دفع مرض

مطلوبی اس نفی و اثبات میں سالک کے ظاہر میں
حس و حرکت نہ ہونا چاہیے اور اسمیں ذکر متواتر کرنا ہے
اور ختم کے وقت دل کی زبان سے محمد رسول اللہ کہے
اس ذکر کا یہ اثر ہے کہ نفی سے منفی ہوتا ہے اور اثبات
سے ثابت اور جب اکیس بار سے زیادہ ہو اور اُسکا
اثر نہ معلوم ہو اور بیخودی اور محویت نہ ظاہر ہو تو پھر
شروع سے کرے کہ کسی شرط میں چوک ہو گئی ہے
ورنہ یہ ذکر ضرور اپنا اثر دکھاتا لقمہ نفی اور اثبات دو
ضربی یا چار ضربی شروع کرے اور داہنی طرف پیغمبر علیہ
الصلوۃ والسلام کا اور بائیں طرف شیخ کا اور دل کے سامنے
حق تعالیٰ کا تصور کرے اور بعضوں کے نزدیک منہ
کے سامنے حضرت وجود مطلق کا تصور کرے لقمہ ذکر
دفع مرض کا۔ یا احد داہنی طرف اور یا صمد بائیں طرف
اور یا وتر دل پر کہے لقمہ عشا کے بعد نفل سے فارغ
ہو کر ستر بار یا وہاب کہے اس سے دنیاوی حاجات
دفع ہونگی اسکے پہلے دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت
میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے لقمہ
ذکر مشی اقدام کا (یعنی چلتے ہوئے ذکر کرنا) اگر جلدی
چلے تو ہر قدم پر الا اللہ الا اللہ کہے اور اگر آہستہ چلے
تو داہنا قدم اُٹھاتے وقت لا کہے اور بایاں اُٹھاتے
وقت الہ پھر داہنے پر الا اور بائیں پر اللہ کہے اور متوسط
چلے تو ہر قدم پر اللہ اللہ کہتا جائے لقمہ مجموعہ کلمہ
لا الہ الا اللہ ذکر ناسوتی ہے اور الا اللہ ملکوتی اور اللہ

جبروتی است و ہُو لاہوتی است لقمہ ذکری
چند است کہ سینہ بسینہ رسیدہ و نمی فرمایند
این اذکار را مگر در اواخر حالِ مریدان بعد
از انکہ ریاضات و مجاہدات نمودہ و اربعینات
برآوردہ باشد و تصفیہ تام حاصل نمودہ
باشند منہا ذکر معیت یا معی یا معی یا ہُو یا ہُو یا ہُو
در مدتِ کمی مشاہدۂ ذاتیہ و صفاتیہ پیدا گردد
و سند وے اینست کہ بنشیند بقعدۂ صلوۃ مگر
اینکہ بیرون کشد ہر دو قدم را از زیر ہر دو سرین
و بنہد سرینہائے خود بر زمین و محکم بگیرد بدست
راست بازوئے چپ و بدست چپ بازوئے
راست و بہ پنج ضرب این کلمات بگوید ضرب
اول میان قدمِ راست و زانوئے راست
و ضربِ دوم بسوئے آسمان ضرب سوم
میان قدم چپ و زانوئے چپ ضرب
چہارم بر جگر ضرب پنجم بر قصائے دل بشدت و
قوت با حضور آنکہ ہُو اشارت است با حدیث مطلقہ
لیس کمثلہ شئی و اولی آنست کہ در ایام این ذکر
غذائے ذاکر شیر باشد و اگر زعفران با شیر
ممزوج کنند نیکو باشد و اکثر حال عطریات
استعمال بکنند و گاہ باشد کہ اقتصار بکنند بر ہمین
سہ کلمہ ہو ہو یا معی و سندش بحال است مگر آنکہ
ہو ہو ضرب با آسمان کند و یا معی بجانب

جبروتی ہے اور ہُو لاہوتی ہے لقمہ چند ذکر ہیں جو
سینہ بسینہ پہونچتے ہیں جب مریدین ریاضات اور
مجاہدات اور چلہ کشی کر کے پورا تصفیہ حاصل کر لیتے ہیں
اور انتہا کو پہونچتے ہیں تب مرشدین اس ذکر کو تعلیم
کرتے ہیں (اُن میں سے ایک ذکر معیت ہے) جب
ذاتی اور صفاتی مشاہدہ میں کمی ہو تب یا معی یا معی یا معی یا
ہُو یا ہُو یا ہُو تعلیم کرتے ہیں اُس کا یہ طریق ہے کہ جیسے
نماز میں بیٹھے ہیں اس طرح بیٹھے مگر دونوں قدم سرین
سے باہر نکالے رہے اور دونوں سرین زمین پر رکھے
اور داہنے ہاتھ سے بایاں بازو اور بائیں ہاتھ سے
داہنا بازو خوب مضبوط پکڑ لے اور پانچ ضربات سے
ان کلمات کو کہے پہلی ضرب داہنے قدم اور داہنے
زانو کے درمیان میں اور دوسری ضرب آسمان کی طرف
اور تیسری ضرب بائیں قدم اور بائیں زانو کے درمیان
میں اور چوتھی ضرب جگر پر اور پانچویں ضرب قصائے
دل پر خوب زور اور قوت سے مارے اور خیال کرے
کہ ہو سے مراد احدیت مطلقہ ہے کہ جسکا مثل کوئی نہیں
ہے اور اس ذکر کے ایام میں دودھ کا استعمال
رکھے اگر اس میں زعفران بھی ملا دے تو اور بہتر ہے
اور عطریات کا استعمال اکثر رکھے اور کبھی تین ہی کلمہ
اس ذکر کو اقتصار کرتے ہیں اور ہو ہو یا معی کہتے ہیں
اور ان کی نشست بھی مثل سابق کے ہے مگر اتنا فرق
ہے کہ ہو ہو کی ضرب آسمان کی طرف اور یا معی

ومنہا ذکر کلیہ

دل زند و منہا ذکر کلیہ است بک الکل منک الکل الیک الکل یا کل الکل و در جائے فقیر چنین دیدہ است اللهم انت الکل ومنک الکل وبک الکل ولک الکل والیک الکل وکل الکل بمشاہدہ ذات و صفات میرساند سند او آنست کہ مربع بنشیند و پیش ضربے بزند و بر یمین ضربے و بشمال ضربے و بسوئے آسمان ضربے یا بر قلب ضربے

ومنہا ذکر احاطہ

و منہا ذکر احاطہ ہست یا محیط ظہرا و بطنا مورث مشاہدہ است سند او اینست کہ وقت ظہرا چشم بکشاید و وقت بطنا چشم بر بندد

ومنہا ذکر محو الجہات

و منہا ذکر محو الجہات است انت فوقی انت تحتی انت امامی انت خلفی انت یمینی انت شمالی انت فی و انا مع الجہات فیک اینما تولوا فثم وجہ اللہ سند او اینست کہ بر خیزد و روئے سوئے عرش کند و گوید انت فوقی و بجانب طبقات ارض بنگرد و بنشیند و گوید انت تحتی و بگرداند روئے سوئے پیش و گوید انت امامی باز بگرداند سر بجانب پس بگوید انت خلفی و ہمچنیں دست راست و دست چپ ضرب بزند بر دل و گوید انت فی و بر خیزد و گرد بگردد و گوید انا مع الجہات فیک اینما تولوا فثم وجہ اللہ

ومنہا ذکر تجلی انانیت

و منہا ذکر تجلی انانیت انی انا اللہ لا الہ الا انا بعد از نماز تہجد بگوید صد بار و سندش نیست کہ بر دارد سر بجانب آسمان

کی دلبر کرتے ہیں **دوسرا ذکر کلیہ** ہے وہ یہ ہے بک الکل منک الکل الیک الکل یا کل الکل اور ہیئے دوسرے مقام پر یوں دیکھا ہے اللهم انت الکل ومنک الکل وبک الکل ولک الکل والیک الکل وکل الکل اس ذکر سے ذات اور صفات کا مشاہدہ ہوتا ہے اس کا یہ طریقہ ہے کہ آگے ایک ضرب اور داہنے ایک ضرب اور بائیں ایک ضرب اور آسمان کی طرف ایک ضرب یا دلپر ایک ضرب مارے **تیسرا ذکر احاطہ** ہے وہ یہ ہے یا محیط ظہرا و بطنا یہ ذکر مشاہدہ کا باعث ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ظہرا کہتے وقت آنکھ کھولے اور بطنا کہتے وقت آنکھ بند کرے **چوتھا ذکر محو الجہات** ہے وہ یہ ہے انت فوقی انت تحتی انت امامی انت خلفی انت یمینی انت شمالی انت فی و انا مع الجہات فیک اینما تولوا فثم وجہ اللہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اٹھکر عرش کی طرف منہ کرے اور انت فوقی کہے پھر زمین کی طرف دیکھے اور بیٹھکر انت تحتی کہے پھر آگے منہ کرکے انت امامی کہے پھر پیچھے پھرکر انت خلفی کہے اسیطرح داہنے اور بائیں پھر دلپر ضرب مار کر انت فی کہے اور اٹھکر گھوم کر انا مع الجہات فیک اینما تولوا فثم وجہ اللہ کہے اور **پانچواں ذکر تجلی انانیت** ہے وہ یہ ہے انی انا اللہ لا الہ الا انا تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر سو مرتبہ اسکو کہے اسکا یہ طریقہ ہے کہ آسمان کی

وبگوید الی انا اللہ وبگرداند سر خود بجانب بازوے راست وگوید لاالہ وبشدت بر فضائے دل زند وبگوید الا انا ودر ہمہ ایں اذکار خمسہ تصور معانی وتصور پیر زرع شرط است منہا حضرت شیخ شکر گنج قدس سرہ بزبان پنجابی ذکر کردہ اند۔ اہوں توں (جانب علویات اشارت است) اہوں توں (جانب سفلیات اشارت است) توہیں توں جانب اطلاق

لقمہ بدانکہ بعد ختم مجلس ذکر سہ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ بگوید وایں دعا بخواند اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَقَدْ ذَکَرْتُکَ عَلٰی قَدْرِ قِلَّۃِ عِلْمِیْ وَعَقْلِیْ وَفَہْمِیْ فَاذْکُرْنِیْ عَلٰی قَدْرِ سَعَۃِ نَفْسِکَ وَفَضْلِکَ وَعِلْمِکَ وَمَغْفِرَتِکَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مَسَامِعَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ یَا خَبِیْرُ

اللّٰہ اکبر ہو

وصل آخر در مراقبات

اعلم اعزک اللہ بنفسہ مراقبہ پاسبانی کردن دل خود راست تا درو غیر حق واحد راہ نیابد۔ بدانکہ

مرض دل بسہ چیز است
تا بداں بغیر حق

طرف سر اٹھا کہ الی انا اللہ کہے پھر داہنے بازو کی طرف سر پھیر کر لاالہ کہے پھر فضائے دل پر سخت ضرب مار کر الا انا ان پانچوں ذکروں میں معانی اور شیخ کی صورت کا تصور شرط ہے اور پانچواں ذکر جو حضرت شیخ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی زبان میں ذکر کیا ہے یہ ہے اہوں توں (علویات کی طرف اشارہ) اور اہوں توں (سفلیات کی طرف) اور توہیں توں (اطلاق کی طرف اشارہ ہے)

لقمہ جاننا چاہیئے کہ مجلس ختم ہونے کے بعد تین بار کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اسکے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَقَدْ ذَکَرْتُکَ عَلٰی قَدْرِ قِلَّۃِ عِلْمِیْ وَعَقْلِیْ وَفَہْمِیْ فَاذْکُرْنِیْ عَلٰی قَدْرِ سَعَۃِ نَفْسِکَ وَفَضْلِکَ وَعِلْمِکَ وَمَغْفِرَتِکَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ سَامِعُ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ یَا خَبِیْرُ

اللّٰہ اکبر ہو

دوسرا وصل مراقبات کے بیان میں

جان لے اے طالب خدا اللہ تعالےٰ تجھکو اپنے نفس کی پہچان عطا فرمائے کہ اصطلاح صوفیہ میں مراقبہ کہتے ہیں دل کی نگہبانی کو تاکہ اس میں غیر حق تعالیٰ کا آنے نہ پاوے۔ جاننا چاہیئے کہ تین چیزوں سے دل میں مرض پیدا ہوتا ہے جن سے وہ غیر خدا

مشغول است یکے حدیث نفس کہ ہمیشہ بقصد و
اختیار در دل حدیث می کند خواہ در ملا خواہ در
خلا دوم خطرہ است و آں بغیر قصد می آید
و میرود و سوم نظر بہ غیر یعنے علم باشیاء
متکثرہ و اصل در علاج ایں مرض شغل
باطن است و ایں را اقسام است لقمہ
اسم اعظم کہ اسم ذات است در محل حدیث
نفس بنشاند و اسمائے صفات امہات را
در مقام خطرہ بنشاند و نظر دل بر جمال مرشد دارد
کہ آنرا واسطہ و رابطہ و برزخ گویند لقمہ ملاحظہ
معنی مقدس از اسم ذات است از غیر تقیید و
تخصیص بعبارتے و لغتے در علم خود بکند و بتمامی
متوجہ قلب صنوبری گردد بدوام و شائستہ ایں
ذہن وقاد و طبع نقادی باید و اگر خاطر نشین نشود
آں معنی مقدس را بنور بحت خالص فرود آرد و
خود را متلاشی در آں نور بیند فہو بحر من النور و انت
قطرۃ یا آں معنی مقدس را بہ ظلمت خالص
فرود آرد و خود را سایہ مخصوص تصور نماید
کہ چوں در ظلمت در آید متلاشی در آں
گردد و امتیاز از میان بر خیزد

لقمہ

بعضے عارفان قدس سرارہم طریقہ مشغولی
چنیں بیان فرمودہ اند کہ حاضر کند صورت

کی طرف مشغول ہوتا ہے اول حدیث نفس ہے جو ہمیشہ خلا
و ملا میں قصد و اختیار سے دل میں آتی ہے دوسرا
خطرہ ہے جو دل میں بلا قصد و ارادہ کے آتا جاتا ہے
تیسرا غیر کی طرف نظر ڈالنا ہے یعنی علم اشیاء متکثرہ
کا اصل علاج اس مرض کا یہ ہے کہ باطن کو ذکر حق
میں لگا رکھے اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں لقمہ
بجائے حدیث نفس کے اسم اعظم کو جو اسم ذات ہے
قائم کریں اور خطرہ کے مقام پر اسمائے صفات امہات
کو رکھیں اور دل کی نظر جمال مرشد پر رکھیں جسکو واسطہ
اور رابطہ اور برزخ کہتے ہیں لقمہ ملاحظہ معنی
مقدس یہ ہے کہ اسم ذات کو بلا تقیید اور تخصیص کسی
عبارت اور لغت کے اپنے ذہن میں لحاظ کرے
اور ہمیشہ قلب صنوبری کی طرف کامل توجہ رکھے اور
اس معنی کے لائق ذہن روشن اور طبیعت نقاد ہونی
چاہیے اور اگر یہ معنی ذہن نشین نہ ہوں تو اس کے
معنی مقدس کو نور خالص تصور کرے اور اپنے کو
اس نور میں منتشر جانے گویا وہ ایک نور کا دریا ہے
اور تو اسکا ایک قطرہ ہے یا یوں کرے کہ اس معنی
مقدس کو ظلمت خالص تصور کرے اور اپنے کو
اسکا ایک خاص سایہ سمجھے کیونکہ سایہ ظلمت میں
آتا ہے تو اس میں منتشر ہو جاتا ہے اور فرق باقی نہیں
رہتا لقمہ بعضے عارفوں نے شغل کا طریقہ
اس طور پر بیان کیا ہے کہ خیال میں شیخ کی

شیخ را در خیال تا ظاہر شود اثر حرارت و کیفیت معہودہ شاغلین و متوجہ شود بسوئے حقیقت جامعۂ انسانیۂ خود را با کیفیت مذکورہ بصورت شیخ یعنی آں حقیقت جامعۂ خود را بصورت شیخ فرا گیرد و آنرا شیخ خود تصور نماید اما آں حقیقت جامعہ کہ قلب در اصطلاح ایشان عبارت از ہمانست چوں منزہ است از حلول در اجسام پس احضار آں اند کے دشوار برائے ایں صعوبت متوجہ شود بجانب مضغۂ الیسری صنوبری کہ میان آں قلب حقیقی و ایں قلب مجازی ارتباط ہست کہ آں ارتباط با ہیچ عضو دیگر نیست و نیک متوجہ شود کہ ہمہ حواس یکرو و یکسو گردند و شک نیست کہ دریں حالت غیبت و بیخودی ظاہر میشود پس ایں حالت غیبت و بیخودی را ہمچو راہے مستقیم راست بے کج و کور فرض نماید و تصور کند کہ گویا او دریں راہ میرود و ایں راہ غیر متناہی است پس ہر گاہ خطرہ یا وسواسے در دنبال تو افتد تو ازاں رامیگریزی دریں گریز یا خطرہ دنبال گزاشت و پس ماند یا آمد و گرفت اگر پس ماند فہو المراد و اگر گرفت بہماں حقیقت جامعہ کہ بصورت مرشد فرا گرفتہ است متوجہ شود و دفع کند و در آں کوشد کہ ایں حالت امتداد پیدا کند و اگر ازاں مندفع نشود دماغ را تخلیہ کند یعنی خارج کند نفس را از طریق بینی

صورت لاوے تاکہ حرارت کا اثر اور جو شاغلین کو کیفیت معہودہ ہوتی ہے ظاہر ہو اور کیفیت مذکورہ کے ساتھ شیخ کی صورت میں اپنی حقیقت جامعہ انسانی کی طرف متوجہ ہو یعنی اپنی حقیقت جامعہ کو شیخ کی صورت بنا کر اس کو اپنا شیخ تصور کرے مگر چونکہ یہ حقیقت جامعہ جس کو اصطلاح صوفیہ میں قلب کہتے ہیں اجسام میں حلول نہیں کر سکتی اور اسکا احضار فی الجملہ دشواری سے خالی نہیں ہے اس سبب سے بائیں طرف کے صنوبری ٹکڑے کی طرف جس کو عوام دل کہتے ہیں متوجہ ہو اور ایسی طرح سے متوجہ ہو کہ تمام حواس یکسو ہو جائیں اس لئے کہ قلب مجازی اور حقیقی کے درمیان میں ایسا ارتباط ہے جو دوسرے اعضا میں نہیں ہے اور بے شبہ اس حالت میں بیخودی اور غیبت ہو گی پس اس غیبت اور بیخودی کو نہایت سیدھا راستہ سمجھ کر تصور کرے کہ گویا اس پر جا رہا ہے اور یہ راستہ غیر متناہی ہے اب اگر کوئی خطرہ یا وسواس تیرے پیچھے پڑے اور تو اس راہ سے بھاگے تو وہ خطرہ تجھ سے چھوٹ گیا اور پیچھے رہ گیا یا بھاگ کر تجھ کو پکڑ لیا اگر چھوٹ گیا تو بہتر ہے ورنہ پھر اس صورت جامعہ کی طرف جس کو اپنا شیخ بنا لیا ہے متوجہ ہووے اور اس کو دفع کرے اور اس بات میں کوشش کرے کہ یہ حالت طول پکڑے اگر اس سے بھی نہ دفع ہو تو تخلیہ دماغ کا کرے اسطرح پر کہ ناک کے راستہ سے

بعنف و سختی باز بہماں حالت متوجہ شود
و اگر ازیں نیز مندفع نشود ایں استغفار
اَستَغفِرُ اللّٰہَ اَستَغفِرُ اللّٰہَ مِن جَمِیعِ مَا کَرِہَ
اللّٰہُ قَولاً وَّ فِعلاً وَّ حَاضِرًا وَّ غَائِبًا
وَّ سَامِعًا وَّ نَاظِرًا وَّ لَا حَولَ وَ لَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ ۔
بسیار بگوید و زبان را با دل موافق سازد و اگر
ازیں نیز مندفع نشود اسم یا فعال را بفہم معنیش
فرا گیرد کہ آں را خاصیتے در دفع وسواس است
اگر ایں ہم نفع نہ دہد تامل بکند معنی لا الٰہ الا اللہ
اے لاموجود الا اللہ و اگر ایں نیز نفع نہ کند بشدومد
جہر گوید اسم اللہ را و ضرب کند بر دل صنوبری خود

لقمہ

آنچہ در مشاعر خمسہ ظاہرہ و خمسہ باطنہ مدرک
می شود خالی نیست یا مطابق واقع ست پس
حق باشد یا مطابق واقع نیست پس باطل است
و محقق و مقرر شدہ است نزد قائلین بوحدت
وجود اینکہ حق چنانچہ بعضے از مظاہر اوست تعالیٰ
ہمچنیں باطل نیز بعضے از مظاہر اوست تعالیٰ شیخ
ابو مدین مغربی کہ شیخ شیخ محی الدین ابن عربیست
قدس اللہ اسرارہما و اوصل الینا فتوحاتہما رباعی

لا تنکر الباطل فی طورہ	فانہ بعض ظہوراتہ
واعطہ منک بمقدارہ	حتی توفی حق اثباتہ

نہایت زور سے سانس نکالے اور پھر اسی حالت کی
طرف متوجہ ہو۔ اور اگر اس سے بھی دفع نہ ہو تو اس
استغفار کی کثرت کرے اور زبان کو دل سے موافق
کرے استغفار یہ ہے اَستَغفِرُ اللّٰہَ اَستَغفِرُ اللّٰہَ
مِن جَمِیعِ مَا کَرِہَ اللّٰہُ قَولاً وَّ فِعلاً وَّ حَاضِرًا
وَّ غَائِبًا وَّ سَامِعًا وَّ نَاظِرًا وَّ لَا حَولَ وَ لَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ۔ اور اگر اس سے بھی نہ دفع
ہو تو اسم یا فعال کو اُسکے معنی سمجھکر وظیفہ کرے کہ وسواس
دفع کرنے میں اس کی خاصیت عظیم ہے اور اگر اس
سے بھی دفع نہ ہو تو لا الٰہ الا اللہ یعنی لاموجود الا اللہ کے
معنی میں غور کرے اگر یہ بھی نہ نفع کرے تو شد و مد
سے باٰواز بلند اللہ کہکر اپنی صنوبری دل پر ضرب مارے
لقمہ حواس خمسہ ظاہرہ یا باطنہ میں جو چیز آوے گی
وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا مطابق واقع کے
ہے تو حق ہے یا مطابق واقع کے نہیں ہے تو باطل
ہے اور وحدت وجود کے قائلین کے نزدیک ثابت
ہو چکا ہے کہ جیسا حق بعض مظاہر حق تعالیٰ کا ہے
ویسا ہی باطل بھی بعض مظہر اس کا ہے چنانچہ
ابو مدین مغربی جو حضرت محی الدین ابن عربی کے شیخ
ہیں فرماتے ہیں۔ لا تنکر الباطل فی طورہ فانہ بعض
ظہوراتہ۔ واعطہ منک بمقدارہ حتی توفی حق اثباتہ
بعضے اطوار میں باطل کا انکار مت کیجیو
کیونکہ وہ بھی حق تعالیٰ کے بعض مظاہر

وشیخ مؤید الدین الجندی قدس سرہٗ
در تتمہ ایں ابیات گفتہ شعر

فالحق قد یظہر فی صورتہ ویُنکر الجاہل فی ذاتہ

پس ہر چہ مدرک نفس گردد از کلیات و جزئیات
در و مطالعہ وجود مطلق کہ متشیں بشانِ خاص
است نماید و ایں اقرب طرق و اوثق مناہج
است مرنفی خطرات را و شک نیست کہ دریں
حالت کیفیتِ غیبیہ و حالت ذوقیہ پیدا
می شود و مراتب کیانی و الٰہی محاط ادراک
می گردد و نیکو آنست کہ نفی کنی ایں مطالعہ
را و بگیری ہماں کیفیت غیبیہ را و بگذاری نفس
خود را و دامنِ بیہوشی فراگیری محکم
چہ بر آمدن از غیبت کفر است پیش محققانِ
ایں طریق اگر چہ بر آمدن مقرون بہ توجہ
و تفکر حقائق و تدبر دقائق علمی و عملی باشد
چہ غیبت و بیخودی بدایت وادیٔ حیرت
است کہ آں آخر مقامات است۔

لقمہ

سالک بچشم دل بسوئے حقیقتِ خود کہ عبارت
از حقیقتِ جامعہ اوست بنگرد و حقیقتِ خود
را مشہود چشم دل خود دارد در ہمہ احوال و
افعال پس نظر کند کہ حقیقت جامعہ وے در
جمیع موجودات حسنہ و قبیحہ لطیفہ و کثیفہ محسوسہ

سے ہے اور اپنے حتی المقدور اُس کا حق ادا کیجیو اُسوقت
تک کہ اُسکے اثبات کا حق پورا کرلے۔ اُسکے تتمہ میں
حضرت مؤیدالدین جندی فرماتے ہیں فالحق قد یظہر فے
صورتہ ٭ ویُنکر الجاہل فے ذاتہ ٭ اور حق کبھی صورت
انسانی میں ظاہر ہوتا ہے اور جہلا اُس کا انکار کرتے
ہیں پس جو کلیات اور جزئیات کہ نفس میں مدرک ہوں
اُس میں وجود مطلق کو ایک شان خاص کے ساتھ مطالعہ
کرے یہ عمدہ طریقہ خطرہ روکنے کا ہے اور بلاشبہ
اس حالت میں کیفیت غیبیہ اور حالت ذوقیہ پیدا
ہوگی اور اس ادراک میں مراتب کیانی اور الٰہی معلوم
ہونے لگتے ہیں اور بہتر ہے کہ اس مطالعہ کی
بھی نفی کر ڈالے اور اپنے نفس کو چھوڑ کر اُس کیفیت
غیبیہ کو اختیار کرے اور بیہوشی کا دامن خوب
مضبوط پکڑ لے کیونکہ اس طریقہ کے محققین کے
مذہب میں غیبت سے نکلنا کفر ہے اگر چہ یہ خروج
حقائق کے تفکر اور توجہ اور دقائق علمی اور عملی کے
تدبیر کے لئے کیوں نہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ غیبت
اور بیخودی حیرت کی ابتدا ہے اور تمام مقامات کا آخر
ہے لقمہ سالک کو چاہیئے کہ اپنے دل کی آنکھ
سے اپنی حقیقت کو جس کا نام حقیقت جامعہ ہے دیکھے
اور اُس کو چشم دل کے سامنے ہر احوال اور افعال
میں رکھے پس اپنی حقیقت جامعہ کو تمام موجودات
میں خواہ حسنہ ہوں یا قبیحہ لطیفہ ہوں یا کثیفہ محسوسہ

وغیر محسوسہ ساریست تا آنکہ مشاہدہ کند کہ جمیع
عوالم قائم باین است واین سرایست
در ہمہ موجودات کردہ پس ہر چہ محسوس
ومعقول افتد آئینہ باشد کہ در وے بیند
حقیقۃ جامعہ خود را گویا تمام عالمہا بمنزلہ جسم
آمدہ وسالک بمنزلہ روح آن جسم واین را
مرتبہ جمع الجمع گویند وچون این مراقبہ
قوت گیرد آنچہ در عوالم بگذرد مر سالک را
ازان اطلاع افتد اگر شادیست شادی
واگر غمی است غمی زیرا کہ ادراک روح نعم و
نقم ابدان را از جملہ ضروریات است لقمہ
صورت کتابی لا الہ الا اللہ را یا صورت کتابی
اسم جلالہ را در صفحہ کہ در پیش چشم سر وبصر وارد
یا در صحیفہ علم ولوح خیال خود کہ در پیش چشم سر
وبصیرت دارد مطالعہ نماید وپیوستہ متوجہ ہمیں
ہیئت باشد تا آنکہ طاری شود بر وے غیبت وذہول
کند ازان ہیئت واز علم بذہول آن ہیئت لقمہ
متوجہ شود بجانب سنگ یا کلوخ یا قبر یا مصحف یا رو
دلبر یا روے شیخ یا گل یا غیر ذلک بکاسہ بصر وچشم وسر حرکت
ندہد پلک چشم را وقوای باطنہ را نیز متوجہ حقیقۃ مطلقہ
غیر مکیفہ واجبیہ دارد تا آنکہ بستہ شود راہ خطرات وآثار غلبہ
غیبت بر وے طاری شود وذاہل شود از ہر شی تا از ذہول
ذاہل شود واین طریق منسوب است بسیدنا ابراہیم بن ادہم البلخی

ہوں یا غیر محسوسہ ساری اور طاری دیکھے گا یہاں تک
کہ سارے عالم کو اپنے بین قائم دیکھے گا اور اپنی سرا
تمام موجودات بین پائیگا پس سارے محسوسات اور
معقولات آئینے معلوم ہونگے جس میں اپنی حقیقت
جامعہ کو دیکھے گا گویا سارا عالم بمنزلہ جسم کے ہے
اور سالک اسکی روح ہے اصطلاح صوفیہ میں اس
مرتبے کا نام جمع الجمع ہے اور جب یہ مراقبہ قوی ہو
تو جو کچھ عالم میں ہوگا خواہ شادی ہو خواہ غمی سب
مطلع ہوگا کیونکہ روح کو اپنے بدن کی خوشی اور
کا جاننا ضرور ہے لقمہ لا الہ الا اللہ یا اسم جلالہ
مکتوبی صورت کو اس صفحہ میں کہ جو کچھ آنکھ اور بصار
کے سامنے یا علم کے صحیفے اور خیال کے تختے
جو آنکھوں کے سامنے موجود ہے پڑھتا رہے او
ہمیشہ اسی ہیئت کا خیال رکھے اسوقت تک کہ اسپر غیبت
آجاوے اور وہ ہیئت نسیاً منسیاً ہو جاوے حتی
بھولنے کا علم بھی نہ باقی رہے لقمہ پتھر یا کلوخ
قبر یا مصحف یا پھول یا شیخ یا معشوق کے چہرہ
چیز کی طرف آنکھ اور نظر اس طرح لگائے کہ پلک نہ
اور قوائے باطنی کو حقیقت مطلقہ غیر مکیفہ کی طرف م
کرے یہاں تک کہ خطرات کے راستے بند ہو جائیں
غیبت کے آثار اسپر طاری ہونے لگیں اور ہر چیز
ہو جائے اس درجہ تک کہ اپنی غفلت کی بھی خبر نہ رہے
کو حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم بلخی قدس سرہ کی

قدس سرہ لقمہ بعض کبرائے طریقت قدس
اسرارہم فرمودہ اند کہ اتم التوجہات بحضرت
حق تعالیٰ واکمل مراتب حضور بسبحانہ عز شانہ وعم
برہانہ اینست کہ بعد تعطیل قوائے جزئیہ و کلیہ
ظاہرہ و باطنہ از تصرفات مختلفہ و بعد تفریغ خاطر
از ہر علم و اعتقاد بلکہ از ہمہ ماسوی توجہ بکنی بحضرت
او تعالیٰ بر آنچہ او در واقع ست بے آنکہ تقید کنی
بہ تنزیہ یا بہ تشبیہ بلکہ توجہ کنی توجہ اجمالی ہیولانی الصفۃ
کہ قبول کند ہمہ صور مستحسنہ و مستنکرہ محسوسہ و
غیر محسوسہ را با توحید و عزیمت و جمعیت و اخلاص
تام و مواظبت برین حالت بر سبیل دوام تا اکثر
احوال من غیر فتور و توزع خاطر و تشتت عزیمت
و با جزم آنکہ کمال او سبحانہ و تعالیٰ مستوعب جمیع
اوصاف ست خواہ حسن آن وصف مدرک ما
شود یا نشود و با جزم آنکہ عقل و فکر و وہم را مجال
آن نیست کہ گرد سرادقات اسرار او تواند
گشت پس او چنانست کہ او ہست اگر خواہد
ظاہر شود در ہر صورتے از صور عالم و در ہمہ
صور ہمہ عوالم و اگر خواہد متنزہ شود از ہمہ

لقمہ

سزاوار است کہ سالک ملاحظہ بکند و خود را از
مبدء مراتب تجلیات تا منتہی مراتب تجلیات
و نصب العین گرداند این ملاحظہ را پس بیند در واقع

طرف منسوب کرتے ہیں لقمہ بعضے کبرائے
طریقت نے فرمایا ہے کہ پوری توجہ حق سبحانہ کی
طرف اور اُس کے حضور کے کمال مرتبے یہ ہیں کہ تصرفات
مختلفہ سے قوائے کلیہ و جزئیہ اور ظاہریہ اور باطنیہ کو
بیکار اور ہر علم اور اعتقاد بلکہ ماسوی اللہ سے دلکو خالی
کر کے حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف جیسا وہ فی
الواقع ہے بلکہ قید تنزیہ اور تشبیہ کے توجہ کرے
بلکہ توجہ کرے ایسی توجہ اجمالی ہیولانی الصفۃ کے
ساتھ جس میں ہر قسم کے صور حسنہ ہوں یا قبیحہ محسوسہ
ہوں یا غیر محسوسہ کے قابلیت ہو یکسوئی اور جمعی اور
پختگی اور کامل اخلاص کے ساتھ اور ہمیشہ اُسکو
کرتا رہے بلا فتور اور بلا پریشانی کے اور یقین اسکا
رکھے کہ حق تعالیٰ کا کمال ساری صفات کو محیط ہے
خواہ اُس صفت کی خوبی ہمکو معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور
اُس کا بھی یقین رکھے کہ عقل اور فکر اور وہم کو
طاقت نہیں ہے کہ اُس کے سراپردہ اسرار تک پہنچ
سکے پس حق سبحانہ تعالیٰ جیسا ہے ویسا ہی ہے وہ مختار
مطلق ہے عالم کی جس صورت میں یا کل عالم کے
کل صورت میں چاہے اپنا جلوہ ظاہر فرماوے اور
چاہے سب سے منزہ اور پاک رہے لقمہ
سالک کو مناسب ہے کہ اپنے کو مبدء مراتب تجلیات
سے منتہائے مراتب تجلیات تک ملاحظہ کرے اور
اس ملاحظہ کو اپنا مدنظر رکھے پس نہ دیکھے مگر وجود مطلق

مگر وجودے مطلق و وجودے مقید وحقیقی من
حیث ہی کہ در ہر دو قسم واحد است و اطلاق
و تقیید از نسب و اعتبارات ست و دوم این ملاحظہ
مورث ذوق کثیر است لقمہ ہر دو چشم بر بند و نظر
بر دل گمارد و خدائے تعالی را حاضر و ناظر و مع
خود داند لقمہ ہر دو چشم کشادہ دار بسوئے بالا یا
در مقابلہ خود اندازد و در آن کوشد کہ پلک نزند
ازین شغل بعضے انوار پدید می آید و آتش
از پلک می خیزد و در تمام اندام میگردد
و عشق پیدا می شود لقمہ مقام نصیرا
ہر دو چشم کشادہ دارد و نظر بر نرمہ بینی دوزد
و درین نظر چناں خوض کند کہ سیاہی ہر دو
چشم غائب شود و سپیدی ہر دو چشم ظاہر گردد و
جمعیت خاطر و خطرہ بندی پیدا شود و این شغل را
مقام نصیرا گویند و در جلسہ مختار است جلسہ نماز
یا جلسہ اقعاء الکلب و اگر نظر برابروہائے خود دوزد
و شغل را چنانچہ گفتہ شد تمام کند این شغل را مقام
محمود گویند و فوائد این بسیار است لقمہ
بیٹھک جوگ ہشتاد و چہار است و برائے ہر یکے
نفعی خاص است اما شیخ بہاء الدین قادری قدس
سرہ از آنجملہ یک بیٹھک کہ جامع انواع بیٹھکہائے
دیگر بود اختیار کردہ و آں ہیئت کہ مربع بنشیند و
ہر دو پائے گرد آرد و پاشنہ پائے چپ فرود خصیتین نہد

اور وجود مقید اور ایک وجود حقیقی من حیث ہی جو
دونوں قسم میں ایک ہی ہے اور مطلق اور مقید محض
اعتباری اور نسبتی ہے اور اس ملاحظہ پر مداومت
کرنا ذوق کثیر پیدا ہونے کا باعث ہے لقمہ
دونوں آنکھیں بند کرے اور اپنے دل پر نظر رکھے اور
حق تعالی کو حاضر اور ناظر اور اپنے ساتھ جانے لقمہ
دونو آنکھ کھولے رہے اور نظر اوپر یا سامنے ڈالے
اور لحاظ رکھے کہ پلک بند ہو اس شغل سے کچھ انوار
ظاہر ہوتے ہیں اور پلک سے آگ بھڑکتی ہے اور
تمام بدن میں پھیلتی ہے اور عشق پیدا ہوتا ہے لقمہ
مقام نصیرا۔ دونوں آنکھ کھولے رہے اور نظر ناک پر
رکھے اور اس طرح جماوے کہ دونوں آنکھ کی سیاہی
غائب اور سپیدی ظاہر ہو جائے اور خاطر مطمئن اور
خطرہ بند ہو جائے اس شغل کا نام مقام نصیرا ہے اور
بیٹھک میں اختیار ہے چاہے نماز کی بیٹھک بیٹھے چاہے
کتے کی۔ اور اگر نظر اپنی بھوں پر جماوے اور بدستور
سابق اس شغل کو ختم کرے تو اس سے بہت سے
فائدے ظاہر ہونگے اس شغل کا نام محمود ہے لقمہ
جوگ کی چوراسی بیٹھک ہیں اور ہر ایک میں ایک ایک
خاص نفع ہے لیکن شیخ بہاء الدین قادری قدس سرہ
نے ایک بیٹھک جو سب کو جامع ہے اختیار کر لی
ہے وہ یہ ہے کہ مربع بیٹھے اور دونو پاؤں اکٹھے
کرے اور بائیں پاؤں کی ایڑی خصیتین کے

وپائے راست نزدیک او بدارد وبعدہ مقعد
را بنہد ودم را بالا کشد وناف را گرد آرد وطرف
پشت برد ودہان را بہ بندد وزبان را در کام
سخت کند بعدہٗ بوہم مشغول شود یعنی در باطن
تفکر کند اُو ہی ہے وگرسنہ وبیخواب باشد
واگر سہ روز پیہم دیگر بے طعام وبے خواب
باشد وبہمیں شغل مشتول باشد بخودی وبیہوشی
آرد کہ در ومکاشفہ غیوب کند باز بہوش
آرند یا مجذوب ومدہوش گذارند واگر در سہ
روز اول ایں صورت دست ندہد سہ دیگر
متصل آں کند وتخلل آں کند ہر دو سرایا اندک
طعامے وشرابے وخوابے تا سودائی
نشود ہکذا تحرجیرا۔

لقمہ

مراقبہ ومشاہدہ ومعائنہ بجلسہ صلوٰۃ بنشینے
وملاحظہ علیم وسمیع وبصیر کنی با ربط شیخ و
ملازمت ہمہ احوال وچوں دریں استقامت
یافتی برہمان ہیئت بنشینی وروی بجانب دل
مائل کنی وچشم را بندی وبچشم باطن سوی دل
بنگری وتصور کنی کہ خدائے تعالیٰ را می بینی وچوں
دریں استقامت یافتی برہمان ہیئت بنشینی الا
آنکہ نظر سوئے آسمان داری وچشم فراز کردہ
بر ہیئت محتضر تصور کنی کہ روح از قالب

نیچے رکھے اور داہنا پاؤں اس کے پاس اور اُس کے بعد
سرین رکھے اور سانس اوپر کھینچے اور ناف کو پشت
کی طرف سمیٹے اور مُنہ بند کرے اور زبان تالو سے
چپکائے اُس کے بعد وہم میں مشغول ہو یعنی دل میں
فکر کرے کہ اُو ہی ہے اور بھوکا رہے اور سونا ترک
کرے اور اگر تین روز پیہم پھر بے طعام اور بیخواب
اسی شغل کو کرتا رہے تو ایسی بیخودی اور بیہوشی اُسپر
طاری ہوگی جس میں غیب کے پردے اُسپر کھلجائینگے
پھر ہوش میں آویگا یا مجذوب اور مدہوش رہ جائے گا
اگر تین روز اول میں یہ کیفیت نہ حاصل ہو تو اُس
کے بعد متصل اور تین دن کرے اور ہر تین دن کے
درمیان میں کسیقدر کھاپی لے اور سولے ورنہ
سودائی ہوجائیگا اسی طرح کرتا جائے۔

لقمہ

بیان مراقبہ اور مشاہدہ اور معائنہ کا نماز کی بیٹھک
بیٹھے اور علیم اور سمیع اور بصیر کو شیخ کی صورت کے
ساتھ ملاحظہ کرے اور ہر حال کا التزام کرے
جب اس میں مستقیم ہوا ہو تو اُسی ہیئت پر بیٹھے اور
دل کی جانب رو مائل کرے اور آنکھ بند کرے اور
باطنی آنکھ سے دل کی طرف دیکھے اور خدا کے
دیکھنے کا تصور کرے پھر جب اس میں مستقیم ہو تو اُسی
بیٹھک پر بیٹھے مگر آسمان کی طرف نظر کرے اور صاحب
نزع کی طرح آنکھ بند کر کے تصور کرے کہ روح قالب

بیروں رفت واز سماوات درگذشت وبمعائنہ
حق تعالی مشغول شد اگر کسے بریں استقامت
یافت رشتہ سبز پیدا آید یک جانب رشتہ بالائے
هفتم آسمان وجانب دوم در دل وباشد واعلی
رتبہ فکر این بود ومشغولی کہ مشائخ پنہاں فرمایند
ہمین ست ودریں مشغولی واسطہ درست نیست
اول را مراقبہ گویند ثانی را مشاہدہ خوانند ثالث
را معائنہ گویند حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی
قدس سرہ این مشغولی ہارا از حضرت سلطان جیو
نظام الدین قدس سرہ نقل کردہ اند لقمہ
میر سید محمود گیسو دراز قدس سرہ نقل فرمودند کہ
ساکت باشد وفکر کند کہ من نیم اوست بیت

من نیم واللہ یاراں من نیم
جان جانم سر سرم تن نیم

چوں دریں معنی فکر نماید بحکم اذا جاء الحق وزہق
الباطل صدائے انا انت برآید واین اقرب
طرق وراہہا است لقمہ ہر کہ بمراقبہ وذکر
اللہ مشغول شود ہمہ عالم بروئے تجلی کند حضرت
سلطان العارفین از مہد تا لحد بہمیں مشغول بودہ اند

لقمہ

مراقبہ معراج العارفین

مراقبہ معراج العارفین ہمہ موجودات را آئینہ
متعددہ فرض کن وانچہ می بینی در ایشان از کمالات
محسوسہ ومعقولہ صور اسماء وصفات حق تعالی داں بلکہ

سے نکلکر آسمانوں کے اوپر پہونچے اور حق تعالی کو
دیکھنے لگے اگر کوئی اسپر مستقیم ہو جائے گا تو ایک سبز
دھاگا ظاہر ہوگا جس کا ایک سرا ساتویں آسمان کے
اوپر اور دوسرا اُس کے دل میں ہوگا یہ فکر کا
اعلی درجہ ہے اس شغل کو مشائخ علیہ الرحمۃ چھپائے
رکھتے ہیں۔ اسیں شیخ کی صورت کا ملاحظہ نہیں درست
ہے پہلے کو مراقبہ اور دوسرے کو مشاہدہ اور تیسرے
کو معائنہ کہتے ہیں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی
قدس سرہ نے ان اشغال کو حضرت سلطان جی
نظام الدین قدس سرہ سے نقل کیا ہے لقمہ
میر سید محمود گیسو دراز علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ
ساکت رہے اور فکر کرے کہ میں نہیں ہوں جو
کچھ ہے وہی ہے شعر

من نیم واللہ یاراں من نیم ؛ جان جانم سر سرم تن نیم

جب اس طرح متفکر ہوگا تو بحکم اذا جاء الحق وزہق الباطل
کی آواز انا انت کے سنائی دیگی پس اور راہوں سے
یہ راہ اقرب ہے لقمہ جو شخص مراقبہ اور اللہ کے ذکر
میں مشغول رہے گا تو سارے عالم کی اسپر تجلی ہوگی لڑکپن
سے مرنے تک حضرت سلطان العارفین کو یہی شغل رہا
لقمہ مراقبہ معراج العارفین کا بیان
ساری موجودات کو تو متعدد آئینے تصور کرے اور
جو کچھ اُس میں کمالات محسوسہ اور معقولہ دیکھے حق
تعالے کے اسماء اور صفات کی صورت بلکہ

ہمہ عالم را یک آئینہ فرض کن و درو ے حق را
ببیں با ہمہ اسماء و صفات وے تا از اہل مشاہدہ
باشی چنانچہ در اول از اہل مکاشفہ بودی پس
ازیں برتر آئی و چناں ملاحظہ کن کہ تو چوں عالم
رامی بینی و میدانی ذات تو محیط است بہمہ
و ہمہ مرتسم اند در تو پس ذات تو آئینہ است
آنہا را و در اول مشاہدۂ حق سبحانہ در غیر خود
میکردی اکنوں در خود مشاہدہ میکنی پس ازاں برتر
آئی و آنرا ملاحظہ کن کہ ممکنات من حیث ہی غیر
موجودہ اند پس ایشاں را از میان بروں کن و
ہمہ تصور تجلیات حق بیں و قائم بوے پس ہمہ
کمال و جمال حق اند سبحانہ و تعالی کہ در حق مشاہدہ
می کنی پس ازیں برتر آئی و وجود خود را از میان
بروں کن و مدرک و مشاہد حق را بیں فہو
الشاہد والمشہود **لقمہ** بدانکہ در سلسلۂ
علیہ نقشبندیہ بنائے کار بر سہ طریق قرار
یافتہ اول طریق توجہ و مراقبہ معنی بیچون
و بے چگون بے شبہ و بے نمون کہ از
اسم مبارک اللہ مفہوم می شود و بتوسط عبارت
عربی و فارسی و غیر ہما ملاحظہ نمایند و جمیع
مدارک و قوائے بداں متوجہ شوند تا
بے تکلف دوام آگاہی دست دہد و
بفنائے فنا کشد **دوم** طریق رابطہ است

سارے عالم کو ایک آئینہ فرض کر کے اس میں حق تعالے
کو مع اسماء و صفات کے دیکھ پس تو البتہ اہل مشاہدہ سے
ہوگا جیسا اول میں اہل مکاشفہ سے تھا پھر تو اس سے
اوپر چل اور اس طرح پر تصور کر جب تو عالم کو دیکھتا اور
جانتا ہے کہ تیری ذات سب کو محیط ہے اور سب
کچھ تجھ میں منتقش ہے پس تو ان سب کا آئینہ ہے
اور پہلے تو حق سبحانہ تعالی کا مشاہدہ دوسروں میں کرتا
تھا اور اب اپنے ہی میں دیکھتا ہے پھر تو اس سے
اوپر چل اور ممکنات من حیث ہی کو معدوم جانکر انکو
درمیان سے نکال ڈال اور سبھوں کو تجلیات حق کی
صورت دیکھ اور حق میں قائم سمجھ لے پس جو کچھ اس
میں دیکھے گا وہ کمال اور جمال حق سبحانہ تعالے کا
ہوگا پھر اس کے بعد اوپر چلکر اپنے وجود کو مٹا دے
پس جو کچھ جانے گا اور دیکھے گا حق تعالے ہی کو جانیگا
اور دیکھے گا پس وہی شاہد ہے اور وہی مشہود ہے
لقمہ سلسلۂ علیہ نقشبندیہ میں سلوک کی بنیاد تین
طریقہ پر مقرر ہوئی ہے پہلا طریقہ توجہ اور مراقبہ کا
ہے جو مبارک اسم اللہ کے معنی بیچون و بے چگون اور
بے شبیہ اور بے نمون سمجھ کر کیا جاتا ہے اسکو عبارت
عربی اور فارسی وغیرہ کے ذریعہ سے ملاحظہ کرنے
اور بدن کے تمام مدرکہ اور قوی سے اس طرف
متوجہ ہو جس سے بے تکلف آگاہی دائمی حاصل ہو اور
فنا در فنا تک پہونچا دے دوسرا طریقہ رابطہ ہے

وآں توجہ بصورتِ شیخ است کہ فانی فی اللہ
وباقی باللہ چنانچہ غیبت وبیخودی رو نمایدو
صورتِ آں برزخ کہ جہت اسفل وست از
نظر ساقط شود ونظر در تجرد شہود ذات وحضور
حق سبحانہ جل شانہ کہ جانب عُلو اوست بیفگند
سوم طریق ذکر لا الٰہ الا اللہ است بطریق خفیہ
کہ جامع معنی نفی واثبات است طریق اول
اعلیٰ است لیکن حصول آں بیش از تصرف
جذبہ درو جود سالک تعذرے دارد دوم
کہ طریق رابطہ است اقرب طرق ومنشاء ظہور
عجائب وغرائب است وطریق سوم احکم
واساس کار او محکم است لقمہ آئینہ را
بسیار بیند تا صورت شیخ درخیال خویش استوار
گرداند وپیوستہ نظر برآں داشتہ باشد تا غیبت
از حواس شود لقمہ کلمۂ اللہ را بآب طلا یا
نقرہ بنویسد و پیوستہ نظر برآں دارد ایضاً
صورت وہمی اللہ را بر صفحۂ دل بنویسد وپیوستہ
متوجہ آں باشد تا غیبت از حواس پدید آید

خاتمہ

اعلم ختم اللہ بالخیر خواتیم اعمالک کہ آنچہ در دو
وصل ذکر شد از اقسام اذکار وانواع
افکار استدامت ہر یکے ازاں موصل
مطلوب است وبے استدامت

وہ یہ ہے کہ شیخ کی صورت کی طرف جو فانی فی اللہ
اور باقی باللہ ہے اسقدر توجہ کرے کہ غیبت اور
بیخودی ہو جائے اور یہ صورت جو مرید کی جہت
اسفل ہے نظر سے جاتی رہے اور حق تعالےٰ کے
حضور اور شہود ذات پر جو اس کا طرف علو ہے نظر ڈالے
تیسرا طریقہ ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ہے خفیہ کہ نفی اور
اثبات کے معنے کا جامع ہے انمیں سے پہلا طریقہ
اعلیٰ ہے لیکن قبل اس کے کہ سالک میں جذبہ پیدا
ہو اسکا حاصل ہونا دشوار ہے اور دوسرا طریقہ
سہولت میں اقرب ہے اور عجائب اور غرائب ظاہر ہونیکا
باعث ہے اور تیسرا طریقہ سب میں نہایت استوار
ہے اور اس کی بنا بہت محکم ہے لقمہ اکثر
آئینہ دیکھا کرے اور اپنے خیال میں شیخ کی صورت
جماوے اور اسکو نظر میں محفوظ رکھے اسقدر کہ حواس
جاتے رہیں لقمہ اللہ کو سونے یا چاندی
کے پانی سے لکھکر ہمیشہ اس کو دیکھا کرے اور یہ بھی
کرے کہ اللہ کی صورت وہمی دل کے صفحہ پر لکھکر
ہمیشہ اسپر توجہ رکھے اس قدر کہ حواس جاتے رہیں

خاتمہ

اے طالب خدا اللہ تعالیٰ تیرے اعمال کا خاتمہ بخیر کرے
جان لے کہ ذکر اور فکر کے اقسام جو دونوں وصل میں مذکور
ہوئے ان میں سے ہر ایک پر مداومت کرنا مطلوب
تک پہونچادیگا اور بغیر عمل کرنے اور بلا مداومت

واستغراق وانہماک درآن وصول بمطلوب
بغایت دور بمجرد خواندن این اوراق اگر وصول
جوید بر سفاہت خود گویا برہان گویند که
این عالم کردار است نه گفتار و ہمچنان ہرچند
مشق بیشتر کار بالاتر تا بعضے اہل اللہ یعنے
ابو حفص حداد قدس اللہ سرہ گفته که تصوف
پخته ساختن وہمی بیش نیست فے الواقع
چون این اوہام پخته شوند بمغز جان رسند
آثار غریب و اطوار عجیب مشہود خواص وعوام
شود صاحب مقام را از ان لذت و ناظرین
را از ان حیرت حاصل شود۔ اما بعضے
بوالہوسان که اقتصار بر محض علم انواع
مراقبات و اذکار نمایند و بر خود اسم صوفی
نہند حلم خداوندی سعۃً برداشت و تجاوز
از سیئات ایشان دارد والا در ہلاک شدن
تقصیر نمیکنند و بعضے ازین مرتبه فرود آیند
و برائے نام یکچندے دست و پائے
درین کار زنند و چون اثرے و لذتے از ان
نیابند گروہے برگردند و بکارہائے دنیاوی
مشغول شوند و از انچه بر آمده باشد رجوع نمایند
و گروہے بر ہمان مقدار پسند نموده تشید و
زرق آغاز نہند و خود را از عارفان شمارند و
عالمے را بایں ورطه اندازند و معلوم که

کے مطالب حاصل ہونیکی امید رکھنا بے فائدہ ہے
اور محض ان ورقوں کے پڑھ لینے سے وصول کی
آرزو رکھنا حماقت کی دلیل ہے کیونکہ تصوف عمل
کرنے کی چیز ہے نہ کہنے کی۔ پس جسقدر مشق بڑھاتا
جائیگا کام بڑھتا جائیگا چنانچہ بعضے اہل اللہ یعنے
ابو حفص حداد قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تصوف وہم
پکانے کا نام ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے
فے الواقع بات یہی ہے کہ جب یہ اوہام پک کر جان
کے مغز تک پہونچ جائیں تو عجیب و غریب آثار اس سے
خواص و عوام کو ظاہر ہوتے ہیں جس سے صاحب
مقام کو لذت ملتی ہے اور دیکھنے والے کو حیرت ہوتی
ہے مگر بعضے نادان جو اذکار اور مراقبات کے اقسام
کو جاننے لگتے ہیں اپنے کو صوفی کہتے ہیں اللہ تعالے
کا وسیع حلم ان کے گناہوں کو معاف کرے ورنہ ان
لوگوں نے اپنے ہلاک ہونے میں قصور نہیں کیا
ہے اور بعضے اس سے بھی گھٹکے ہیں کہ نام کے لئے
چند روز ہاتھ پاؤں مارتے ہیں جب اس کی لذت
اور اسکا اثر نہیں پاتے تو ان میں سے کچھ لوگ اس
سے قطع تعلق کرکے دنیاوی کاروبار میں پھنس جاتے
ہیں اور جو کچھ کر چکے ہیں اسکو بھی چھوڑ دیتے
ہیں اور کچھ لوگ اسیقدر پر اکتفا کرکے مکر و فریب
کا جال پھیلاتے ہیں اور اپنے کو عارف جاننے
لگتے ہیں اور ایک عالم کو ہلاک کرتے ہیں ظاہر ہے

بنائے فاسد بر فاسد چہ سود د ہدا عاذنا اللہ
وایاکم عن ہذہ المراتب مرد آنست کہ مردانہ
قدم دریں راہ افشردہ آنچہ دادِ طریقت است
بدہد و تا صاحب تاثیر نگردد بکسے صلا نزند
ایں قدر برائے تنبیہ غافل بس است و
الی اللہ ترجع الامور۔

اما بعد ایں خاتمہ موشح میگردد بذکر طریقے
خاص برائے تربیت مرید صاحب اجتہاد
پس از آنکہ ظاہرش بانواعِ صلاح آراستہ بود
و باجناس آراستگی پیراستہ شود رجا واثق
است کہ اگر برطبق ایں ترتیب قدم نہد از
حضیض فرق بذروہ جمع رسد و با درجی بیان
شغل بعضے فوائد آں تقریباً ایراد کردہ ایم
و ہو ولی التوفیق و بافاضۃ المطالب حقیق
و علیہ التکلان فی کل حین و آن۔

لقمہ

بدانکہ علم بسیط است و مرکب اگر معلوم واحد است
بجمیع جہات و حیثیات لامحالہ علم بسیط حاصل و
مدرک می شود و اگر متعدد است لیکن بحیثیت
اجمال مدرک گردد نیز بسیط است آرے اینقدر
ہست کہ اول بسیط حقیقی است و ثانی بسیط حکمی و اگر واحد
ملحوظ و مدرک است بجہات و حیثیات یا متعدد ملحوظ و
مدرک است بتفصیل شک نیست کہ علم مرکب است ہمیں جا لقمہ علیہ

کہ یہ سب بے سود ہے اور بنائے فاسد بر فاسد اللہ تعالیٰ
ہم سب کو ایسے مراتب سے بچاوے۔ مرد وہ ہے
کہ اس میں مردانہ وار قدم جما کر طریقت کا حق ادا کرے اور
جب تک صاحب تاثیر نہ ہولے کسیکو کانوں کان خبر
نہ دے۔ اسقدر غافل کی تنبیہ کے لئے کافی ہے
اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اس کے
بعد یہ خاتمہ مزین ہے ایک خاص طریقہ کے ذکر
میں اور یہ اُس مرید صاحب تعلیم کے واسطے ہے
جسکا ظاہر انواع اور اقسام صلاحیت سے آراستہ
ہو چکا ہے اور قوی امید ہے کہ اگر اس ترتیب کے
موافق چلتا رہے گا تو پراگندگی کی پستی سے جمع کی بلندی
پر پہونچ جاوے گا اور شغل بیان کرنے کے ضمن میں ہم
نے کچھ اس کے فائدے بھی ذکر کر دیئے ہیں خدا ہی کے
ہاتھ میں توفیق ہے اور مطلب کو پہونچانا اُسی کا
کام ہے اور ہر آن میں اُسی پر بھروسا ہے
لقمہ جاننا چاہیئے کہ علم دو قسم پر ہے
بسیط اور مرکب اگر معلوم ہر جہت اور حیثیت سے
واحد ہے تو ضرور علم بسیط ہوگا اور اگر معلوم متعدد
ہے مگر بحیثیت اجمالی مدرک ہوتا ہے تو وہ بھی بسیط
ہے ہاں اس قدر فرق ہے کہ پہلا بسیط حقیقی ہے
اور دوسرا بسیط حکمی اور اگر واحد ہو لیکن چند
جہت سے مدرک ہو یا متعدد بتفصیل مدرک ہو تو
بے شبہ یہ علم مرکب ہوگا پس صوفیہ صافیہ

صوفیہ صافیہ وابستہ باآں شد کہ علوم مرکبہ را
برہم زدہ علم بسیط حضرت واجب الوجود بہم رسانند
بحیثیتے کہ ہمہ اوقات یا اکثر اوقات بایں جمعیت
سرافراز باشند و از تفرقہ خطور اغیار ہماں جمعیت
گریزند پس افنائے ماسوی فنا فی اللہ است و
فنائے از حضور ایں فنائے فنا است۔

لقمہ

درگوشۂ خالی بہ طہارت کاملہ متوجہ قبلہ و چشم
بربستہ زبان بکام محکم کردہ اندیشہ بر دل
گمارد کہ مضغۂ دل لفظ اللہ میگوید اما من
نمی شنوم و جویائے شنیدن آں گردد
و تمام ہمت مصروف بر شنیدن آں دارد
کہ بعد از تراخی زمان بعون اللہ تعالیٰ فی
الجملہ حرکتے معلوم او شود چنانچہ متوہم گردد
کہ ایں حرکت قلب است یا حرکت نفس
یا محض وسواس چوں اینجا رسد ہمت بیشتر
گمارد کہ ایں حرکت ظاہر تر گردد تا شبہ
حرکت نفس و وسواس برخیزد و تحقیق داند کہ مضغہ
متحرک است و اللہ میگوید چوں بایں سعادت
مشرف شود بپیوستہ ہمت باآں گمارد کہ در خلا
و ملا از دل خود شنیدہ باشد بزبان خموش دریں
مرتبہ دل ذاکر گردد و ظہور ایں دولت
بتفاوت مراتب شاغلین است بعضے زود

علیہ کی ہمت اُس جانب ہے کہ علوم مرکبات کو تتر
بتر کر کے حضرت واجب الوجود کا علم بسیط اسطرح حاصل
کریں کہ ہر وقت یا اکثر وقت اس جمعیت سے ممتاز
رہیں اور جو تفرقہ کہ ماسوی اللہ کے دل میں آنے سے
پیدا ہو جاتا ہے اُس سے گریز کر کے اُسی جمعیت میں
پناہ لیں پس ماسوا کے فنا ہونے کو فنا فی اللہ کہتے
ہیں اور اس حضور سے فنا ہونے کو فناء فنا لقمہ
طہارت کاملہ کے ساتھ تنہائی میں قبلہ کی طرف متوجہ
ہو کر آنکھ بند کر کے اور زبان تالو میں چپکا کر سوچے کہ
دل کا ٹکڑہ لفظ اللہ کہتا ہے مگر میں نہیں سنتا اور
اُس کے سننے کی کوشش کرے اور اپنی ساری ہمت
اُسی جانب مصروف رکھے تھوڑے دنوں کے بعد انشاء اللہ
تعالیٰ کچھ نہ کچھ اسکو حرکت معلوم ہونے لگے گی جس سے
اسکو دل کی حرکت یا نفس کی حرکت یا وسواس کا
گمان ہوگا۔ جب اس درجہ تک پہونچے تو ہمت بلند
کرے تاکہ یہ حرکت زیادہ ظاہر ہو اور حرکت نفس
اور وسواس کا شبہ دفع ہو جائے اور تحقیقاً ثابت
ہو جائے کہ دل کا ٹکڑہ متحرک ہے اور اللہ کہتا ہے جب اس
درجہ تک پہونچے تو ہمیشہ اپنی ہمت اور بڑھا دے
کہ ہر وقت خلا اور ملا میں باوجود زبان بند ہونیکے
دل کی آواز سنتا ہے اس حالت میں دل ذاکر ہو جاتا
ہے۔ مگر اس دولت کے حاصل ہونے میں
ہر شخص کا حال مختلف ہوتا ہے بعضوں کو جلدی اور

وبعضے دیر و بعضے باندک توجہ و بعضے بہ بسیار توجہ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ ؏

لقمہ

گاہ باشد کہ جریان نفس مانع ظہور ایں حرکت شود دریں صورت نفس را در زیر ناف حبس کند تا دل حکم طشت آبے گیرد کہ از موج محفوظ بود تا صورت حرکت معائنہ گردد و آں قدر حبس نہ کند کہ مورث امراض مہلکہ گردد کہ ضرر ایں بیشتر از ضرر عدم حبس گردد بلکہ چوں حبس کند آنقدر کند کہ طاقت آں داشتہ باشد و چوں سر دہد باہستگی سر دہد و دریں وقت نیز مراعی آں حرکت بود ؏

لقمہ

چوں حرکت معلوم گشت و جریان ذکر قلب پیدا آمد در حفظ آں کوشد کہ ایں حرکت چناں ضعیف بود کہ باندک مانع و مزاحم برطرف شود و ہرچند سعی کند نیاید بلکہ سعی نیز موجب عدم جمعیت و سبب فقدان حرکت باشد لیکن مایوس نگردد و بعجز و انکسار و خشوع و خضوع طلب ضالہ خود کند و اکثر سبب فقدان ایں سر رشتہ حدیث نفس است یا خطرہ یا علم یا اشیاء متکثرہ

بعضوں کو دیر کے بعد اور بعضوں کو ادنےٰ توجہ میں اور بعضوں کو زیادہ کوشش کے بعد حاصل ہوتا ہے وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ ؏ یعنی خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو کیونکہ ناامیدی اس کی رحمت سے کافروں کا کام ہے **لقمہ** کبھی دم جاری رہنے سے یہ حرکت معلوم نہیں ہوتی اس کے دفع کرنیکی ترکیب یہ ہے کہ دم کو ناف کے نیچے حبس کرے تاکہ دل کی کیفیت ایسی ہو جائے جیسے طشت کا پانی کہ موج سے محفوظ ہے اور حرکت معلوم ہونے لگے مگر حبس اتنا نہ کرے جس سے امراض مہلکہ پیدا ہو جائیں کیونکہ اس کا ضرر حبس نکرنے سے زیادہ ہے بلکہ حبس اپنی طاقت کے قدر پر کرے اور دم چھوڑنے تو آہستہ سے چھوڑے اور اُسوقت بھی اُس حرکت کا لحاظ رکھے **لقمہ** جب حرکت معلوم ہونے لگے اور ذکر حاصل ہو جائے تو اُس کی خوب محافظت کرے ورنہ یہ حرکت ایسی ضعیف ہے کہ ادنیٰ مانع سے جاتی رہے گی اور پھر کوشش اور محنت سے نہ ملیگی بلکہ کوشش بھی تفرقہ کا باعث اور حرکت گم ہو جانے کا سبب ہو گی اس سے ناامید نہ ہو بلکہ عجز و انکسار اور خشوع و خضوع سے اپنا گم گشتہ تلاش کرے اور حرکت گم ہو جانیکا سبب اکثر حدیث نفس ہوا کرتی ہے یا خطرہ یا اشیاء متکثرہ

چنانچہ گذشت در مبدأ وصل آخر و پیدا است که توجہ دل باصالت بطرف دو امر در آن واحد محال است **لقمہ** و چون این امر جلیل القدر دست دہد محقر و مضمر شمارد و در پرورش این نسبت شب و روز باشد و چون سخت احتیاج افتد بامر دیگر پرداز د و نوافل و وظائف و تلاوت قرآن و جز آن ہر چہ باشد بگذارد اگر مخل شود و اگر مخل از حفظ نسبت نہ شود بکند کہ مؤید خواہد بود و خود را باین نسبت دہد و اندک اندک چشم را بکشاید و بہ نسبت حاضر باشد تا ملکہ آن گردد کہ چشم کشادہ متوجہ قلب باشد (خلوت در انجمن) ہمین است بتائید یزدانی این نسبت قوت گیرد عند النسیان باندک توجہ دریابد و بعد دریافت بیشتر ماند و امتداد کشد و بہر مانعے و مزاحمے زائل نہ شود و درین مرتبہ التذاذ بذکر یابد و جمعیت رو دہد

لقمہ

چون حال حرکت رسد کہ استماع ذکر لفظ اللہ از زبانِ دل بریخ نکشد آن حرکت کہ منتشی از قلب صنوبری بود و در بدن منتشر گردد و طریق انتشار آن بود کہ اولاً در عضوے از اعضائے سالک ظہور کند و ہمچنان کہ

کا علم چنانچہ دوسرے وصل کی ابتدا مین اس کا بیان ہو چکا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بالاصالۃ دل کا دو طرف متوجہ ہونا محال ہے **لقمہ** جب یہ جلیل القدر کام حاصل ہو جاوے تو اُسکو حقیر اور ذلیل نہ سمجھے بلکہ اس نسبت کی شب و روز پرورش کرے اور جب سخت حاجت پڑے تب دوسرے کی طرف توجہ کرے اور نوافل اور وظیفہ اور تلاوت قرآن وغیرہ اگر مخل ہوں تو اُن کو چھوڑ دے اور اگر حفظ نسبت مین مخل نہوں تو کرنا چاہیئے کہ وہ بھی مؤید ہونگے اور اپنے تئیں اس نسبت مین لگاوے اور تھوڑی تھوڑی آنکھہ کھولے اور نسبت کا احضار کرے تاکہ ایسا ملکہ ہو جائے کہ آنکھہ کھولکر قلب کی طرف متوجہ رہے (خلوت در انجمن) اسی کو کہتے ہیں توفیق الٰہی سے یہ نسبت قوت پکڑے گی اور نسیان کے وقت تھوڑی سی توجہ مین پائے گا اور دریافت کے بعد زیادہ ہوگی اور بڑھتی جائے گی اور کسی مانع اور مزاحم سے زائل نہ ہوگی اس مرتبہ مین ذکر سے لذت پاویگا اور جمعیت حاصل ہوگی **لقمہ** جب حرکت کی حالت اس درجہ تک پہونچ جائے کہ زبانِ قلب سے لفظ اللہ کا سننا تکلف نہ ہو تو وہ حرکت جو قلب صنوبری سے پیدا ہوتی ہے بدن میں پھیل جائے گی اُس کے پھیلنے کی صورت یہ ہے کہ پہلے سالک کے کسی عضو مین ظاہر ہوگی اس طرح پر کہ جیسے دل کے

آنحرکت از مضغہ دل معلوم او باشد آنچنان
ازان عضو معلوم او گردد لیکن شرط آنست کہ
بحرکت آن عضو توجہ نماید و متوجہ قلب باشد
گاہ دست متحرک بیند وگاہ پاے وگاہ سر
بے آنکہ قصد حرکت آن عضو کردہ باشد کہ
از توجہ بعضو غفلت از دل برخیزد و راس و رئیس
درین کار دل است و اعضا تابع او لقمہ چون
نور ذکر روی بانتشار آرد در اندک فرصت جمیع
اقطار بدن را احاطہ کند و از سر تا ناخن پاے
بذکر معمور گردد و احوالہاے مختلف رو نماید و گاہ
شادان و خندان گاہ افسردہ و حیران و گاہ گریان
و بریان اما ہیچ ملتفت نشدہ اشتغال بذکر اہم
مہمات دینی و دنیوی داند و بتائید الٰہی چنان شود
کہ بیک مرتبہ از تمام بدن ذکر اللہ بشنود و ہمہ اعضا
با دل موافقت نماید بیک صوت و یک صدا درین
حال گاہ غلبہ ذکر در بعضے اعضا بیشتر باشد و در
بعضے کمتر بود و گاہ در جمیع اعضا متساوی
باشد اما عند المساوات لذت بیشتر یابد و این
حالت را در اصطلاح قوم سلطان الذکر گویند
لقمہ علم بذکر قلب در اوائل بے مدد سامعہ باشد و
بعد استقرار ذکر در قلب اکثر صدے را شنیدن بگوش ظاہر
شود و واسطہ استماع بر سالک صاحب فطرت درین
مقام خود بخود روشن گردد اما آنکہ بر ذکر دل سالک غیر سے

دل کے ٹکڑے میں حرکت معلوم ہوتی ہے ویسے ہی
اُس عضو میں معلوم ہو گی لیکن اسمیں شرط ہے کہ حرکت عضو
کی طرف نہ متوجہ ہو بلکہ دل کی طرف متوجہ رہے کبھی ہاتھ متحرک
ہوگا اور کبھی پاؤں اور کبھی سر بلا قصد کیے کیونکہ عضو کیطرف
توجہ کرنے سے دل غافل ہو جائیگا حالانکہ اس کام کا افسر دل
ہے اور اعضا اُسکے تابع ہیں لقمہ جب ذکر کا نور پھیلنے لگیگا
تو تھوڑے عرصہ میں چاروں طرف سے گھیر لیگا اور سر سے
پاؤں کے ناخن تک ذکر میں معمور ہوگا اور مختلف حالات
ظاہر ہونے لگیں گے تو کبھی شادان اور خندان ہوگا اور کبھی افسردہ
و حیران اور کبھی گریان اور بریان لیکن چاہیے کہ ان حالتوں
میں التفات نکرے اور ذکر کا مشغلہ دنیا کے اہم مہمات سے
سمجھے پھر تو مدد الٰہی اُسپر ایسی ہو گی کہ ایکبارگی تمام بدن
سے اللہ کا ذکر سننے گا اور سارے اعضا دل کے
ساتھ ہم صورت و ہم صدا ہو جائیں گے اس حالت
میں کبھی بعض اعضا میں ذکر کا غلبہ زیادہ ہوگا اور
بعض میں کم اور کبھی تمام اعضا میں برابر ہوگا
تو بہت لذت حاصل ہو گی اصطلاح صوفیہ میں
اس حالت کو سلطان الذکر کہتے ہیں لقمہ
ذکر قلب کا علم اوائل میں بے مدد سامعہ کے ہوتا
ہے اور جب ذکر قلب میں قرار پکڑ لیتا ہے تو اکثر ویں
کو کانوں سے سنائی دیتا ہے اور سالک صاحب
فطرت کو سننے کا ذریعہ اس مقام میں خود بخود ظاہر
ہو جاتا ہے مگر عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ سالک

من حیث الاستماع اطلاع یابد غلط عوام
است پس ذکر دل سالک ہم تواند شنید
پس قومے کہ بایں میل دارند کہ آواز ذکر
سالک غیر او از دور و نزدیک علی تفاوت
درجات السامعین والذاکرین تواند شنید
اصلے ندارد و ہمیں اشارت کردہ است
صاحب معدن المعانی شیخ شرف الدین
یحیی منیر قدس سرہ گروہے کہ از بعض اہل
اکتساب چنیں حوشتے نقل مے کنند ہمانا
سبب آں بود واللہ اعلم کہ چوں ذکر از سینہ
کشند صدائے ضعیف بمعاونت حنجرہ پیدا
آید سامع پندارد کہ آواز دل است و ایں
آں نبود ما ایں قسم دیدہ و شنیدہ ایم۔
لقمہ باشد کہ سالک را ذوق بر انکشاف
سرے از اسرار غالب شود و ایں معنی او را از ترقی
مانع بود و اگر باطن او را بسیار تشویش دہد بباطن و ظاہر
پیر شیخ مع مراعات الادب رجوع نماید اگر شیخ صواب بیند
حال او و حل آں داند اعلام بخشد صراحۃً و کنایۃً
والا اغماض فرماید کہ ہنوز وقت کشفت آں نرسیدہ
لقمہ مقصود از ذکر فنا در مذکور است پس
بر مجرد تلفظ کلمہ جلالہ من اللسان والجنان
ندارد کہ اگر چہ من وجہ فائدہ دارد لیکن موصل
بسوئے مقصود بے حضور مذکور نمی شود چہ

کے دل کا ذکر غیر شخص سنتا ہے اور خبر دار ہو جاتا ہے
وہ غلط ہے پس ایک قوم جو قائل ہے کہ سالک کے
دل کی آواز غیر شخص دور سے یا نزدیک سے حسب
تفاوت درجات سامعین اور ذاکرین سن سکتا
ہے بے اصل ہے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے
صاحب معدن المعانی شیخ شرف الدین یحیی منیری رح
نے ایک گروہ نے جو بعض صاحب کیفیت سے
ایسی آواز کو نقل کیا ہے غالباً اسکا سبب واللہ اعلم
یہی ہوگا کہ جب ذکر کو سینے سے کھینچتے ہیں تو خفیف
سی آواز گلے سے پیدا ہوتی ہے سننے والا دل کی آواز
سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور ہمنے اس قسم کو
دیکھا اور سنا ہے لقمہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی سر کے
ظاہر ہونیکا ذوق سالک پر غالب ہو جاتا ہے یہ بات
اُس کی ترقی کی مانع ہوتی ہے اور جب باطن میں سکے
پھر تشویش پیدا ہو جائے تو ظاہراً اور باطناً مع رعایت
آداب کے شیخ کی طرف رجوع کرے پس اگر شیخ
مناسب سمجھے اور اُسکا دفعیہ کر سکے تو صراحۃً یا کنایۃً
اس کی ترکیب بتلادے اور نہیں تو موقوف رکھے کہ ابھی
اُس کے کشف کا وقت نہیں آیا ہے لقمہ
ذکر سے مقصود یہ ہے کہ مذکور میں فنا ہو جائے پس
زبان اور دل سے کلمہ جلالہ کے تلفظ پر اکتفا نہ کرے
کیونکہ اس سے اگر چہ کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا لیکن مقصود
تک بغیر حضور مذکور کے نہیں پہونچے گا اسواسطے کہ

مقصد از ذکر فنا در مذکور است نہ فنا در اسم
مذکور لقمہ از عجائب حالات و غرائب
واردات سالکان مسالک این مرتبہ آنست
کہ علم بذکر کائنات دست دہد و لو در نگاہ و باید
کہ در بند نشود کہ مقصود بیشتر است و اینجا
دقیقہ الیست باید نگاہداشت دریں مرتبہ
مشتبہ مے شود دوام بر سالک بعضے مثلاً
بذکر اللہ مشغول اند مے شنوند کہ دشت
ہم اللہ میگوید و دیوار و حجرہ و حجر ہم اللہ مے
گوید دست و پائے ہم اللہ میگوید این
از قبیل استیلائے ذکر ذاکر است بر
ذاکر نہ از قبیل استماع ذکر کائنات زیرا کہ
ہر مکونے را ذکر خاص است حالی
چنانچہ اکثرے علما بریں اند یا مقالی
کہ بعضے بر آں میل دارند پس
تفقہ تسبیح ہر کدام با دراک معانی
متغائرہ متفاوتہ است حتے
کہ شخوص کائنات بذکر ہائے مختلف
ممتاز اند و ہر جنسے و نوعے بہ یک ذکر
معین مشغول باشند اما خصوصیات
شیون مقتضی خصوصیات ذکر است
و اما اگر در حالت ذکر اللہ از دیوار
ذکرے خاص و

ذکر سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ مذکور میں فنا ہو جائے
نہ کہ اسم مذکور میں لقمہ اس مرتبہ کے سالکوں کو
جو عجائب حالات اور غرائب واردات حاصل ہوتے
ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مخلوقات جو ذکر کرتے
ہیں اس کا عالم ہوتا ہے اگرچہ بتدریج سہی چاہیئے کہ
یہیں رک نہ جائے کیونکہ مقصود ابھی بہت پرے ہے
یہاں پر ایک باریک بات ہے اس کو خیال رکھنا
چاہیئے وہ یہ ہے کہ اس مرتبے میں سالک کو دو بات
میں اشتباہ پڑتا ہے ایک یہ ہے کہ مثلاً بعضے
جب اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں تو جنگل اور
صحرا در و دیوار پتھر کنکر ہاتھ پاؤں سے اللہ اللہ
سنتے ہیں یہ اسوجہ سے ہوتا ہے کہ ذاکر پر ذکر کا
غلبہ ہو جاتا ہے نہ اس وجہ سے کہ مخلوقات کا
ذکر سنتا ہے کیونکہ ہر مخلوقات کا ایک ذکر خاص
حالی ہے چنانچہ اکثر علما کی یہی رائے ہے
اور بعضے مقالی کے بھی قائل ہیں پس ہر ایک کی
تسبیح کا جاننا یہ ہے کہ معانی متغائرہ متفاوتہ
کا ادراک ہو اور ہر شخصی مخلوقات کے مختلف
اذکار ہیں اور ہر جنس اور ہر نوع کے لئے ایک
ذکر معین کا شغل رہتا ہے مگر طرز خصوصیت
کا مقتضا یہ ہے کہ ذکر ہر ایک کے لئے مخصوص
ہو دوسری بات یہ ہے کہ سالک ذکر کے وقت
دیوار کا ایک ذکر خاص سنتا ہے اور

از در ذکرے خاص واز سجادہ ذکرے
خاص و علی ہذا القیاس شنیدن تواند کہ از
قبیل اطلاع بذکر کائنات باشد اگرچہ دریں
مرتبہ ہنوز احتمال باقیست لقمہ بعد وصول
بایں مرتبۂ قصورے و رتبہ علیا گاہ باشد کہ
در اثنار توجہ تام بسوئے مضغہ صنوبری در
مضغہ در شریانات حرکتے ادراک کنند غیر
حرکت اولی در کیفیت چہ حرکت اولے
منفصل بود و ایں حرکت متصل باشد مثلاً
حرکت اولی بمثابہ حرکت ہو ہو بتوالی و تکرار
ایں کلمہ باشد و حرکت ثانیہ بمثابہ یک کلمہ
ہو است کہ ممدود باشد صورت تخرج دائم
ساکن و ایضاً مثل اولی مثل آواز آبشار یست
کہ قدرے آب از محلے بر محلے افتد و آواز
در ہر دو محل از یکدیگر منقطع مع التوالی مسموع
شود و مثل ثانیہ مثل آواز چادر آبے است کہ
یک لخت از بالا بہم افتد بے انقطاع بعض الماء
عن بعض و ایضاً مثل اولین چوں آواز مطرقہ است
کہ بر سندان بہم زنند و آخریں چوں آواز ظرف
روئین است کہ بیکبار بچیزے زدہ باشند و صدا
ممتد شود قطع نظر از تفاوت قوت و ضعف صوت
در اول و آخر و ایں حرکت ثانیہ الطف است بہ
نسبت اولی و لہذا محسوس بعد از مشق بسیار

دروازہ سے ایک ذکر خاص اور سجادے سے ایک ذکر
خاص علی ہذا القیاس البتہ ہو سکتا ہے کہ یہ ذکر
مخلوقات کا ہو مگر پھر بھی اس مرتبہ میں احتمال ہے
لقمہ اس مرتبۂ اعلیٰ اور رتبہ علیا پر پہونچنے کے بعد
کبھی صنوبری دل کی طرف توجہ تام کی حالت میں دل
اور شریانات میں ایک حرکت معلوم ہوتی ہے جس
میں پہلی حرکت کی سی کیفیت نہیں ہوتی کیونکہ پہلی
میں حرکت متصل ہوتی ہے اور اس میں منفصل
مثلاً پہلی میں ہو ہو کی حرکت اس کلمہ کی تکرار سے
ہوتی ہے اور دوسری میں فقط ایک کلمہ ہو کی دراز
معلوم ہوتی ہے اور مثال پہلے کی ایسی ہے جیسے
جھرنے سے پانی گرنے کی آواز کہ تھوڑا سا ایک جگہ
سے دوسری جگہ گرے اور دونوں جگہ کی آواز ایک
دوسرے سے جدا پیہم سنی جائے اور دوسری کی مثال
چادر آبی کی آواز کی مثل ہے کہ یک لخت پیہم گرے
بغیر اس کے کہ سلسلہ اس کا منقطع ہو اور ایک مثال پہلی
کی مثل آواز نہائی کے ہے جو پیہم ہتھوڑا مارنے سے
پیدا ہوتی ہے اور دوسری کی مثال کانسی کے برتن
کی آواز کی مانند ہے جو ایک مرتبہ مارنے سے
پیدا ہوتی ہے اور دیر تک رہتی ہے علاوہ اول اور
آخر آواز کے کہ بحسب قوت اور ضعف کے متفاوت ہے
اور آخر کی حرکت بہ نسبت اول کے بہت لطیف
ہوتی ہے اسی وجہ سے بہت مشق کے بعد معلوم

گردد و باید دانست که حرکت اولی که منفصل
است سالک آن را حمل بر کلمۂ الله یا کلمۂ حق
یا کلمۂ ہو و امثال ذلک می تواند کرد زیرا که ہر
کلمہ را صوتیست که مر او را ابتدا و انتہا پیدا
است پس صوت منقطع که ہر جزو آن را مبتدا
و منتہا متعین است حمل بر آن کلمات منقطعہ
تواں کرد اما حرکت ثانیہ که متصل واحد است
بے اعتبار مبادی و نہایات آن را چگونہ بر
کلمات منفصلہ مشتملہ علی المبادی والنہایات حمل
تواں نمود پس این را بر مذکور حمل نمایند نہ بر
ذکر یعنی بر مسمی نہ بر اسم بخلاف حرکت اولی که
محمول بر ذکر و اسم است و مذکور و مسمی ضمنًا
مستفاد است و ایں جا مذکور و مسمی اصالتًا
معتبر است اینچنیں شنیدہ شد از بعضے مشائخ
رحمہم اللہ و تفصیل دریں مقام ایں است
که اگر گوئی مذکور و مطلوب باطلاق موصوف
است که وصف اطلاق ہم بر طریق قید آنجا
نتواں اطلاق کرد یعنی لابشرط شے نہ بشرط لا
شے و آنچه دریں مقام سالک ادراک می کند از
حرکت ثانیہ از عالم محسوسات است پس آں را حمل
بر مقصود چہ قسم تواں نمود گویم راست میگوئی اما باید که
در آنچہ نوعے از اطلاق است اقرب و امثل ست بمقصود
بنسبت آنچہ در نوعے از تقیید است و چوں حرکت ثانیہ

ہوتی ہے جاننا چاہیئے کہ حرکت اول منفصل کو
کلمہ اللہ یا کلمۂ حق یا کلمہ ہو وغیرہ پر سالک حمل کر سکتا
ہے اسوجہ سے کہ ہر کلمہ کے واسطے ایک آواز ہے
جس کی ابتدا اور انتہا ہے پس آواز منقطع کو بلا اعتبار
ابتدا اور انتہا کے جس کے ہر جزو کا مبتدا اور منتہا متعین
ہے کلمات منقطعہ پر حمل کر سکتا ہے لیکن حرکت
ثانی کو جو متصل واحد ہے کلمات منفصلہ پر جسمیں
مبدا اور منتہا ہے کیسے حمل کر سکتا ہے پس اسکو
مذکور پر حمل کرتے ہیں نہ ذکر پر یعنی مسمی پر حمل کرتے
ہیں نہ اسم پر بخلاف حرکت اول کے کہ اسکو ذکر اور
اسم پر محمول کرتے ہیں اور مذکور اور مسمی اس میں ضمنًا
حاصل ہوتا ہے اور یہاں پر مذکور اور مسمی اصالۃً بعض
مشائخ رحمہم اللہ سے یوں سنا گیا ہے اس مقام
کی تفصیل یوں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ مذکور اور مطلوب
ایسا مطلق ہے کہ اطلاق کو قید کے طور پر نہیں
بول سکتے یعنی لابشرط شے کے مرتبے میں ہے
بشرط لا شے کے مرتبے میں نہیں اور سالک جو
اس مقام میں حرکت ثانی کو جو عالم محسوسات سے
ہے دریافت کرتا ہے اس کو مقصود پر کیسے
حمل کر سکتا ہے اس کے جواب میں ہم کہیں گے
کہ بات تو سچ ہے مگر یہ بھی جان لو کہ جسمیں کچھ اطلاق
ہے وہ مقصود سے قریب تر ہے بہ نسبت اس
کے کہ جس میں کچھ تقیید ہے اور جب بہ نسبت

اطلاقے وارد بہ نسبت حرکت اولی اشبہ بمقصود
آید بہ نسبت حرکت اولی تقییدے وارد و
در نفس الامر ہر دو از عالم تنزلات است و مظاہر
اسما و صفات و در سلوک این جادہ مقصود آن
زمان رو بنماید کہ بفنار فنا و بقار بقا نزول
کند و آن میسر است اینجا حکایتے برائے
تتمیم کار تقریر بیان می نویسم فقیر در مبادی احوال روز
در طلبگاری نہج مستقیم بطریق قویم پیش بزرگے
رفتم و قبل ازین خالی از مشغولی نبودم بلکہ مشغولی
من صورتے بہم رسانیدہ بود اما العطش مرا باقی
بود و مشغولی من نبود مگر از عالم فکر فرمود کہ مناسب
حال تو آنست کہ مشغول صوت سرمدی کہ
صوت لایزالی گویند و در جوگ آنرا انہد
گویند گفتم عنایت فرمایند گفت ہر دو
سوراخ گوش خود را از انامل سبابتین
محکم بند کن و متوجہ شو کہ در دماغ تو آوازے
مثل آواز افتادن آب از بالا پیہم مسموع تو مے
گردد و خود را بتمام متوجہ شنیدن آن آواز کن
و یک لحظہ از آن غافل منشین و چون رسوخے
پیدا کند کے آن ہر دو انگشت را سست بکن
و باز متوجہ شو کہ از شور عالم آن صوت از تو غائب نشود و
ہمچنان تا بجائے رسانی کہ بعد کوک کردن انگشتان آن صوت بشنوی
و شور عالم و عالمیان ترا مزاحمت نرساند بلکہ صوت سرمدی

حرکت اول کے جس میں تقیید ہے حرکت ثانی میں
زیادہ اطلاق ہے اس وجہ سے وہ مقصود کیساتھ زیادہ
اشبہ ہے اور واقع میں یہ دونوں حرکتیں عالم تنزلات
اور مظاہر اسما اور صفات سے ہیں اور اس راہ کے
چلنے میں مقصود اسوقت حاصل ہوتا ہے کہ فنار فنا اور
بقار بقا کا مرتبہ حاصل کرے اور یہ بات یہاں پر اکثر
ہوتی ہے یہاں پر ایک حکایت اس کام کے تکملہ
کے لئے لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اوائل حال میں ایک
دن راہ مستقیم کی طلب میں ایک بزرگ کے پاس
گیا اس کے پہلے بھی مشغولی سے خالی نہ تھا بلکہ میری
مشغولی نے ایک صورت پیدا کرلی تھی لیکن مجھکو تشنگی
باقی تھی اور میری مشغولی عالم فکر کی تھی ان بزرگ
نے فرمایا کہ تیرے مناسب مشغولی صوت سرمدی ہے
جس کو صوت لایزالی اور جوگ انہد کہتے ہیں میں
نے کہا پھر مجھے وہ بتلا دیجئے فرمایا کہ دونوں سبابہ
انگلیوں سے دونوں کانوں کے سوراخ خوب بند
کرکے متوجہ ہو کہ تجھکو آواز سنائی دے گی جیسے
پیہم پانی اوپر سے گرتا ہو تو اس آواز سننے پر متوجہ
ہو اور ایک لحظہ غافل نہ ہو جب اس میں استحکام
ہو جائے تو تھوڑی سی انگلی ڈھیلی کرکے متوجہ ہو
کہ عالم کے شور سے وہ آواز بند نہ ہوگی اسی طرح
مشق بڑھا کر بغیر کان بند کئے وہ آواز سنائی دینے لگے
اور عالم اور اہل عالم کا شور مزاحمت نہ ہو بلکہ یہ سرمدی

برتو غالب از اصوات دیگر باشد و ترا دریں
مقام شوقے فراگیرد که در گفتن و نوشتن نیاید و
بعضے فلفل گرد در پنبه پیچیده در صماخ گوش محکم
نمایند که از حرارت فلفل آں صوت قوت گیرد و
از بعضے شنیدم که بآں جسم بجز رشته هم وصل
کنند که چوں دروں صماخ اذن محکم کنند تحمل
که اندروں درآید و برآوردن مشکل گردد
و اگر رشته واشته باشد برکشند یا فلفل
را در حریرے پارچه سرخ رنگ پیچیده در
صماخ محکم کنند تا حرارت بیش از بیش
حاصل گردد و صوت بسیار قوت گیرد و آں فلفل
بعد از حولان حول برائے بیماری چشم بسیار
نافعست من روبروئے آں بزرگ و دانا بل
سبابۂ خود چنانچه فرموده بود محکم کردم فی الواقع
آوازے شنیدم چنانچه گفته بود و بزمانے متوجه
بودم چیزے یافتم که بیش ازیں نبود گفتم مولانا
آخر مقصودے که نقاب از چهره بکشاید که من در
طلب آنم و هر تبه شوق فروتر از انست فرموده
میاں میر لاهوری و یاران ایشاں همیں شغل داشتند
و همیں صوت سرمدی را حضرت حق میگفتند
ازانجا که طالب علم بودم و نظر بر کتب متداوله افتاده
بود در بدایت حال دانستم ازیں سخن بغایت کوفته
شدم و ایں شغل را بر غم انف قائله ترک دادم

آواز تمام آوازوں سے تجھ پر غالب ہو جائے پھر تجھ
کو ایسا شوق پیدا ہوگا کہ لکھنے اور کہنے سے باہر ہے
اور بعضے گول مرچ کو روئی میں لپیٹ کر کان کا سوراخ
خوب بند کر لیتے ہیں اُس کی حرارت سے آواز قوی ہوتی
ہے اور میں نے بعضوں سے سنا ہے کہ مرچ میں
دھاگا یا تندرستے کو کہتے ہیں اس غرض سے کہ شاید
کان کے اندر جا رہے اور نکل نہ سکے تو دھاگے
کو کھینچکر نکال لیں یا مرچ کو سرخ حریر میں لپیٹ کر کان
میں رکھتے ہیں اس سے بہت حرارت پیدا ہوتی ہی
اور آواز بہت قوی ہو جاتی ہے اور سال بھر
کے بعد وہ مرچ آنکھوں کی بیماری کے لئے بہت
مفید ہے اُن بزرگ کے مقابلہ میں بموجب اُنکے
فرمانے کے میں نے دونوں انگشت سبابہ سے اپنے دو
کان بند کئے فی الواقع جیسا فرمایا تھا ویسی ہی آواز سنائی
دی چنانچہ تھوڑے عرصہ تک میں اُس میں متوجہ رہا
اور ایسا مزہ پایا کہ اُس کے قبل کبھی نہیں پایا تھا
میں نے کہا کہ مولانا آخر مقصود جسکا میں طالب ہوں
کب ملیگا اور شوق بھی بڑھا ہوا ہے۔ فرمایا کہ میاں
میر لاہوری اور اُن کے تلامذہ کا یہی شغل تھا اس
سرمدی آواز کو حضرت حق کہتے تھے چونکہ میں اُسوقت
طالب علم تھا اور کتب متداولہ پر نظر بھی پڑی تھی اور
ابتدائی حال تھا اس بات سے مجھ کو رنجیدگی
پیدا ہوگئی اور اس شغل کو اُٹھنے کے لئے

تا در مدینہ منورہ بنور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بخدمت شیخ خود شیخ یحیی مدنی رضی اللہ عنہ رسیدم این سخن را نقل کردم حضرت ایشان فرمودند این شغل نیک مفید است و مشترک میان صاحب کرامتان و صاحب استدراجان و اثر مترتب بر این اینست کہ خاطر مشتت را جمعیتے مے آرد و از ہمہ یکسو میگرداند و این صورت ربطے میگردد میان این شخص و مقصود او مورث مے شود مر ربودگی و غیبت را کہ مقدمہ فنار الفنا است و آنچہ مے گویند حق ہمین است باعتبار مشابہت ہمان اطلاق است کہ درین مضمر است والا لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ؕ و بیان اعتبار مشابہت اطلاق و تقیید آنست کہ بالا در حرکت اولے و ثانیہ ابرا دیافت لقمہ چون این حرکت کہ معبر بحرکت متصل ست مدرک سالک گردد انتشار آن در تمام بدن بعضے را بسبب صفائی مزاج و قوت حرکت میسر گردد و بعضے را در عضوے از اعضار حاصل آید بہر تقدیر ظہور این موجب توجہ بمقصود باشد و اگر توجہ بمقصود ظہور نکند توجہ بمضغہ نماید بے اعتبار اسم و اگر دشوار آید

چھوڑ دیا جبت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت سے مدینہ منورہ پہونچا اور اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ یحیی مدنی کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس قصہ کو بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا یہ شغل بہت مفید ہے اور اصحاب کرامت اور اہل استدراج کے درمیان میں مشترک ہے اور اس کا یہ اثر ہے کہ پراگندہ خاطر کو جمعیت اور یکسوئی پیدا کرتا ہے اور یہ آواز مقصود اس شخص میں ربط دیتی ہے اور ربودگی اور بیخودی اور غیبت جو فنار الفنا کا مقدمہ ہے پیدا کرتی ہے اور جو لوگ اسی کو حق سمجھتے ہیں تو اس اعتبار سے کہ اطلاق کی مشابہت اس میں محض ہے اور نہیں تو حق تعالی کی شان تو یہ ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اور اعتبار مشابہت اطلاق اور تقیید کا بیان قبل اس کے حرکت اولی اور ثانیہ میں ہو چکا ہے لقمہ جب یہ حرکت جس کو متصل کہتے ہیں سالک کو معلوم ہوتی ہے تو بعضوں کو مزاج کی صفائی اور قوت حرکت کے باعث سے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے اور بعضوں کو کسی عضو خاص میں بہر صورت اس کا ظہور مقصود کی طرف متوجہ ہونے کا باعث ہے اگر مقصود کی طرف توجہ ظاہر نہ ہو تو بلا اعتبار اسم کے دل ٹکڑے کی طرف توجہ کرے اور اگر بلا اعتبار اسم کے مقصود کی طرف

توجہ بمقصود بے اعتبار اسم پس توجہ کمتر در
ضمن اسم اما در این مرتبہ توجہ باسم فقط بے اعتبار
مسمی بسیار ضرر دارد بلکہ این مرتبہ در جنب آن
مرتبہ کفر باشد حسنات الابرار سیئات
المقربین بیان ہمین است و باید کہ علم باین
حرکت منتصل ہمچو حرکت منطبق برآن حرکت منتصل
باشد کہ مقدار آنچہ دارد ہمان علم دارد و باید
امتداد آن علم حیلہاے انگیزیم کہ ثواب
و عقاب و قرب و بعد و حضور و غیبت
مترتب بر ہمان علم است و چون اصل در ہر دو
حرکت مضغہ است تا ممکن باشد علم باین
حرکت مستفاد از مضغہ کند نہ از عضو دیگر
کہ توجہ بغیر مضغہ موجب توجہ بعضوے دیگر
اندکست بخلاف توجہ بمضغہ کہ موجب توجہ
بسائر اعضا بزودے مے شود و چون
سائر بدن باین حرکت مشرف گردد مذکور
را بر حرکت تمام بدن انطباق دہد و علم
را بآن مذکور منطبق سازد و درین وقت
انطباق اشیاء ثلثہ یعنی حرکت کل
بدن و مذکور کہ مدلول کلمہ اللہ است و مسمی
اوست و علم بہ مذکور بر یکدیگر ہمچون
انطباق مسافت و حرکت و زمان کہ
در مباحث اعراض در

توجہ دشوار ہو تو اسم کے ضمن مین توجہ کرے مگر اس
درجہ مین بلا اعتبار مسمی کے فقط اسم کی طرف توجہ
کرنے مین سخت ضرر ہے بلکہ یہ مرتبہ اُس مرتبہ کے
مقابل مین کفر ہے حسنات الابرار سیئات للمقربین
اسیکا بیان ہے اور چاہیئے کہ اس حرکت منتصل کا
علم ایسا ہو کہ گویا اس حرکت منتصل کے برابر حرکت
ہے کیونکہ مقدار سوائے اُس علم کے دوسرے
مین نہیں ہے اور ہم اُس علم کے بڑھانے کے
اسباب پیدا کرتے ہین کیونکہ ثواب اور عقاب اور قرب اور
بعد اور حضور اور غیبت اسی پر موقوف ہیں اور جب دونوں
حرکتوں میں دل مجازی اصل ہی اسواسطے اگر ممکن ہو
اسی دل سے علم اس حرکت کا حاصل کرے دوسرے
عضو سے نہیں کیونکہ غیر دل کی طرف توجہ کرنیسے دوسرے
عضو کی طرف توجہ پیدا ہونے کا سبب کمتر ہوتا ہی
بخلاف دل کی طرف توجہ کے کہ یہ ہمارے اعضا کی
طرف توجہ کا موجب جلد ہوتا ہے جب یہ حرکت
سارے بدن میں ہو جائے تو مذکور کو تمام بدن کی
حرکت پر منطبق کرے اور علم کو اس مذکور پر منطبق کرے
اسوقت تین چیزوں کا انطباق یعنی حرکت کل بدن
کی اور مذکور جو کلمہ اللہ کا معنی اور مسمی ہے اور مذکور کا
علم اس طرح جیسے حرکت اور زمانہ اور مسافت آپس
میں منطبق ہوتی ہے حاصل ہوگا اور اس انطباق کا بیان
علم ریاضی کے مبحث اور اعراض میں مذکور ہے

مسائل کیفیت خوانده باشی و بست و بدود درین
مرتبہ ہجوم غیبت و بیخودی و نزول درفنا رفنار
الفنا است لقمہ چون بکثرت ورزش
کار بجائے رسد کہ حضور علم این حرکت در اکثر
اوقات میسر باشد ہمت بر آن گمارد کہ حضور
اسمعنی بیواسطہ مضغہ حاصل شود و اصلا توجہ
بمضغہ واقع نشود تا ترقی واقع شود و توجہ مضغہ
و حرکت تمام بدن از میان مرتفع شود و ہمان
علم ساذج بمذکور باشد و انطباق معدوم
گردد لعدم الطرفین او طرف واحد عدم
الطرفین در صورتیکہ انطباق در علم و مذکور
و در علم و حرکت فرض کردہ باشیم و نیز ہمت
مصروف بر پروردن این نسبت دارد کہ
از قلت بکثرت و از کثرت بدوام رساند و
اگر در بعضے اوقات بسبب ضعف نسبت بیواسطہ
حرکت نگاہداشتن نسبت نتواند و توسل ہمان
حرکت جستہ متوجہ باشد و تعطیل روا ندارد
و اگر حرکت متصلہ کلیہ بدنیہ نیز غفلت شد
من بعد متوجہ بحرکت متصلہ جزئیہ قلبیہ گردد
و اگر آن نیز مفقود گشت متوجہ بحرکت منفصلہ
جزئیہ قلبیہ شود و اگر آن نیز مفقود گردد اگر قادر
باشد بآب سرد غسل کند یا دو سہ کرت بقوت
نفس را از دماغ بیفشاند یا اسم فعال بحضور

اور اس مرتبے میں غیبت اور بیخودی کا ہجوم اور فنا
میں نزول فنار الفنا ہے لقمہ جب ریاضت
کرتے کرتے اس درجہ تک پہونچ جائے کہ اکثر وقت
علم اس حرکت کا حاصل رہے تو ہمت بڑھائے کہ
یہ علم بلا واسطہ اس ٹکڑے کے حاصل ہو اور مطلقاً
توجہ اس ٹکڑے کی طرف نہ ہو تاکہ ترقی حاصل ہو اور
ٹکڑے کی طرف اور تمام بدن کی حرکت کی طرف کی
توجہ جاتی رہے اور مذکور کے ساتھ وہی علم سادہ
حاصل ہو اور انطباق مٹ جائے بسبب معدوم
ہونے دونوں طرف کے یا ایک طرف کے عدم
الطرفین اس صورت میں کہ انطباق علم اور مذکور
میں یا علم اور حرکت میں فرض کیا گیا ہو اور نیز اس
نسبت کی پرورش پر ہمت بڑھائے کہ کم سے زیادہ
اور زیادہ سے دائمی ہو جائے اور اگر کسی وقت
بسبب ضعف نسبت کے بلا واسطہ حرکت کی
نسبت کے نگہداشت نہ کر سکے تو اسی حرکت کے
وسیلے سے متوجہ ہو اور بیکار نہ رہے اور اگر حرکت
متصلہ کلیہ و بدنیہ سے بھی غفلت ہو تو حرکت متصلہ
جزئیہ قلبیہ کی طرف متوجہ ہو اور اگر وہ بھی مفقود ہو
تو حرکت منفصلہ جزئیہ قلبیہ کی طرف متوجہ ہو اور
اگر وہ بھی مفقود ہو اور قادر ہو تو سرد پانی سے
غسل کرے یا دو تین مرتبے زور سے نفس کو
دماغ سے جھاڑے یا اسم فعال چند مرتبے

قلب چند بار بخواند با فہم معنی کہ دریں اوضاع
واجد ضالۂ خود خواہد گشت ان شاء اللہ تعالیٰ
لقمہ چون بعنایت الٰہی از کثرت ورزش
کار بجائے رسد کہ بیشتر اوقات حضور مذکور
بے توجہ بآں حرکت کلیہ بدنیہ حاصل باشد
تجویز آں نکند کہ یک لحظہ و لمحہ غفلت ازیں
دولت دست دہد خواہ در افعال جوارح
باشد خواہ در افعال قلب و دریں وقت دست
بکار و دل بیار دست دہد یا عجی سر رشتۂ
دولت ای برادر بکف آر۔ وین عمر گرانمایہ بغفلت
مگذار۔ دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار۔ میدار
نہفتہ چشم دل جانب یار لقمہ توجہ
مذکور وقتیکہ بے انطباق میسر گردد دولتے
است عزیز چہ ذکر قلبی دریں مرتبہ متحقق شود
تا حرکت در میان بود ذکر دل نبود زیرا کہ دل
لطیفہ ایست رحمانی کہ نزد بعضے نہ جسم است
نہ جسمانی و طائفہ بقوت دراکہ تعبیر کنند و بعضے
مجرد خوانند و گروہے بخار لطیف دانند و برخی
از عالم امر گویند و فرقہ در مرتبہ عرض نہند و حشر
جوہر بینند و قومے در بیان آں ساکت باشند
و من این را بتفصیل در عشرۂ کاملہ گفتہ ام
و اطلاقات قلب و نفس و روح و عقل بیان
نمودہ ام و حرکت کہ از عالم عوارض از عالم اجسام و اجرام

حضور دل سے معنی سمجھ کر پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ اسکو
اپنا گم گشتہ پائیگا لقمہ جب عنایت الٰہی کے
باعث کثرت ریاضت سے اس درجہ تک نوبت
پہونچے کہ اکثر وقت مذکور کا حضور بلا ذریعہ حرکت
کلیہ بدنیہ کے ہونے لگے تو اس دولت سے ایک
لحظہ غفلت خواہ افعال جوارح سے ہو یا افعال
قلب سے روا نہ رکھے اسوقت ہاتھ کام پر اور دل
یار تک پہونچے گا اے سر رشتۂ دولت اسے
برادر بکف آر۔ وین عمر گرانمایہ بغفلت مگذار۔
دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار۔ میدار نہفتہ
چشم دل جانب یار لقمہ بے انطباق کے
مذکور کی توجہ بڑی دولت ہے کیونکہ ذکر
قلبی اس مرتبے میں حاصل ہوگا اور جتنک ذکر
درمیان میں ہے دل ذاکر نہ ہوگا کیونکہ دل ایک رحمانی
لطیفہ ہے کہ بعضوں کے نزدیک جسم ہے نہ جسمانی
اور ایک گروہ اسکو قوت دراکہ کہتی ہے اور بعض مجرد
اور ایک گروہ بخار لطیف جانتا ہے اور کچھ لوگ اسکو
امر رب کہتے ہیں اور ایک گروہ اسکو عرض میں داخل
کرتا ہے اور دوسرا گروہ اس کو جوہر کہتا ہے اور ایک
گروہ اس میں سکوت کرتا ہے ہم نے اسکا مفصل
بیان عشرۂ کاملہ میں کیا ہے اور اطلاقات قلب
اور نفس اور روح اور عقل کے حالات لکھدیئے
ہیں اور حرکت جو اجسام اور اجرام

است از منزل دل بمراحل دور لقمہ
چون ذکر قلبی حاصل گردد وانوار ظاہر شدن
گیرد خواہ در خود وگاہ خارج از خود یا در خود یا
در دل یا در سر یا در دست راست یا در دست
چپ واین تمام محمود است وگاہ در تمام بدن
واین نادر است اما در خارج از خود گاہ
از یمین وگاہ از جانب یسار وگاہ از سر وگاہ
از جانب پیش واین ہمہ محمودہ است و
تفصیل این بالا گذشت والحاصل سالک
را درین مرتبہ ماندن وعاشق انوار
گشتن چیزے نیست وآن را کہ در طے
این منہج ہیچ نور پیدا نیاید سلوک او
اسلم است وامید وصول او اقرب
اگرچہ ظہور این دولت رحمت است
اما جہد کند کہ این علم ناشی من غیر جہۃ و
کیفیۃ گردد تا مناسبت علم ومعلوم کہ مطلق
است در اطلاق وعدم تقیید بحیثیتہ پیدا
آید وبیانش آنست کہ سالک از قلب
خویش نسبتے یابد کہ از حاق قلب رشتہ
است بمنزلہ رشتہ بجانب ذات مطلوب
شتافتہ تا طرف ثانی بند بآن گردد چون
آن ذات بحکم اطلاق کہ دارد متعین
نیست تا این سر رشتہ بآن مربوط شود

کو عارف سے دل سے منزلوں دور ہے لقمہ
جب ذکر قلبی حاصل ہو جائے اور انوار ظاہر ہونے
لگیں تو کسی وقت اپنے میں ہوں گے اور کسی وقت
خارج میں۔ جو اپنے میں ہوں وہ یا دل میں ہوں یا سر
میں یا داہنے ہاتھ یا بائیں ہاتھ میں اور یہ سب بہتر
ہیں اور کسی وقت تمام بدن میں ہونگے مگر یہ کم ہوتا
ہے اور جو اپنے سے خارج میں ہوں تو کبھی داہنے
اور کبھی بائیں اور کبھی سر کی جانب سے اور کبھی
آگے کی جانب سے اور یہ سب بھی بہتر ہے
جس کی تفصیل اوپر ہو چکی ہے الغرض اس مرتبہ
میں سالک کو ٹھہر جانا اور انوار پر عاشق ہونا بے سود
ہے اور جس کو اس راہ طے کرنے میں کچھ بھی نور نہ
ظاہر ہوا سکا سلوک ہر خطرے سے محفوظ ہے اور
مقصود تک پہونچنے کی جلد امید ہے اگرچہ اس
نور کا ظاہر ہونا بھی رحمت ہے لیکن کوشش کرے
کہ یہ علم بلا کیفیت اور بلا جہت کے پیدا ہو تا کہ
مناسبت پیدا ہو جائے علم اور معلوم جس کا اطلاق
محض مطلوب ہے ان کی تفصیل یوں ہے کہ سالک
اپنے دل میں ایک نسبت مثل دھاگے کے پاتا
ہے جو دل سے جمکر مطلوب تک پہونچ گئی ہے
اور اسکا دوسرا سرا مطلوب تک پہونچکر ختم ہو گیا
ہے اور چونکہ وہ ذات بباعث اطلاق کے غیر
متعین ہے جس سے وہ دھاگا اسپر لگ نہیں سکتا

ناچار مرتبط با مر مطلق غیر متعین فی حد ذاتہ شود کہ ہرگز شائبہ کم و کیف آنجا نرسد سالکانی کہ از علوم عقلیہ بہرہ مند نباشند در تصور این قسم تصور مذبذب باشند اما آنانکہ از غوامض علوم بہر یاب بودہ باشند آنقدر پریشان پریشانی نیست آرے بیمزگی را چارہ نتوان کرد کہ سالک در ربط این رشتہ با مر مطلق من جمیع الوجوہ در بدایت حال لذت نیابد بلکہ بیکاری و اضاعت بضاعت وقت شمارد اما بمدد عشق و قوت شغف و طمع مراتب مرتبہ بر بیمزگی شاید تن بانیکار دے و نہد اما چون در گیرد و این وہم پختہ شود داند کہ کجا ہست و چہا راست و مشائخ رحمۃ اللہ علیہم درین مقام سالکان را از اوراد و وظائف و نوافل بسیار و آنچہ مقتضی گسستن این نسبت بود منع فرمایند و بعضے مشائخ چون دریافت این چنین امر مطلق بر مرید دشوار بینند فرمایند کہ متوجہ ہمہ عالم شود من غیر اعتبار تعینات و سلخ تشخصات زیرا کہ بعد از سلخ و سلب نیست باقی مگر ہمان اطلاق ہیولانی

فائدہ و بعضے آن مطلق را دریائے نور غیر متناہی تعبیر فرمایند و خود را قطرہ نور متہلک در آن دریائے نور بینند و بعضے آن را

ناچار امر مطلق غیر متعین فی حد ذاتہ پر جس میں کم اور کیفیت کا شائبہ نہیں ہے اُس کو مرتبط کرنا چاہیئے اور جو سالک کہ علوم عقلیہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں وہ اس قسم کے تصور سے متذبذب ہو جاتے ہیں لیکن جو لوگ کہ علوم کی باریکیوں سے بہرہ یاب ہوتے ہیں اُن کو اتنی پریشانی نہیں ہوتی ہاں بے مزگی کا چارہ نہیں ہے جبکہ ابتدائے حال میں اس سر رشتہ امر مطلق من جمیع الوجوہ میں ربط دینے سے لذت نہیں پاتا بلکہ اُس کو بیکاری اور تضییع اوقات سمجھتا ہے لیکن عشق اور محبت کی مدد اور قوت سے اور طمع سے اُس مرتبے کے جو اس بے مزگی پر مترتب ہوگا غالباً اسپر مستعد ہوگا لیکن جب اسکو اختیار کر لیگا اور یہ وہم پختہ ہو جائیگا تو جانیگا کہ اس میں کیا کچھ ہے اور مشائخ کرام اس مقام کے سالکوں کو کثرت اوراد اور وظائف اور نوافل سے اور جس سے اس نسبت کے ٹوٹ جانیکا خوف ہے منع کرتے ہیں اور بعضے مشائخ جب ایسے امر مطلق کا پانا مرید پر دشوار دیکھتے ہیں تو بلا اعتبار تشخص اور تعین کے سارے عالم کی طرف متوجہ ہونیکا حکم دیتے ہیں کیونکہ تعین اور تشخص نکلجانے کے بعد صرف اطلاق ہیولانی رہ جائے گا

فائدہ بعض اُس مطلق کو نور کا غیر متناہی دریا تعبیر کرتے ہیں اور اپنے تئیں نور کا ایک قطرہ اس دریا میں مل جانے والا دیکھتے ہیں اور بعض اسکو

ظلمت غیر متناہی قرار دہند و خود را ظل خود کہ
در شب دیجور مستہلک در آں بود و بعضے آنرا
خَلَاء بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَ بَیْنَ کُلِّ
شَیْءٍ وَ اَمْثَالِ ذٰلِکَ و این نیست مگر تمثیل
معقول بمحسوس لِاِفْہَامِ اَہْلِ الْعُقُوْلِ
الضَّعِیْفَۃِ الْوَاہِیَۃِ وَ اِلَّا تَعَالَی
اللہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا وَ لِلنَّاسِ
فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاہِبُ مطلوب از ہمہ
فناء ہستی موہوم است کہ بر دیدہ سالک
نشاوہ از مشاہدہ وجود مطلق کہ حقیقت اوست
شدہ و برائے ایں امر بلند و مطلوب ارجمند
ایں ہمہ حیلہا انگیختہ اند چوں بغلبہ حال علم
خویش نماند بلکہ علم بہ علم خویش فلیف بغیر
خویش فنا حاصل شدہ باشد چوں علم بایں
علم نیز نماند فناء الفناء حاصل شود آنقدر
کہ از خود رفت و بیخود شد ہمانقدر باو
پیوستہ آنقدر کز خویشتن رفتم در آغوش
توام: حاصل آنکہ سالک در نفس ناطقہ
خویش نسبتے دریافت کند اما نداند کہ
طرف ثانی آں نسبت بچہ مربوط است
و در ہر چہ بند کند لامحالہ آنرا تعینے باشد
و آنحضرت مطلوب و مقصود لامحالہ
ورائے اوست و در ہر مرتبہ کہ ایستد

غیر متناہی ظلمت قرار دیتے ہیں اور اپنے تئیں
اپنا سایہ جو اندھیری رات میں اس کے اندر فنا ہو جانا
ہے اور بعضے اُس کو آسمان اور زمین کے درمیان کا
یا ہر چیزوں کے خلا اور مثال اس کے تصور کرتے ہیں
اور یہ سب معقول کی محسوس کے ساتھ تمثیل ہے
تاکہ ضعیف عقل والے سمجھ لیں ورنہ کہاں ذات
پاک حق تعالی کی اور کہاں یہ تمثیلات یہ وہی بات
ہے کہ جس کو جس سے عشق ہوتا ہے وہ اسی ڈھنگ
پر چلتا ہے ان سب سے مطلوب ہستی موہوم کا
مٹانا ہے جس نے سالک کی آنکھوں پر دیکھنے سے
وجود مطلق کے جو اس کی حقیقت ہے پردہ ڈال دیا
ہے اور اسی امر بلند اور مطلوب ارجمند کے لئے
یہ سب حیلے نکالے گئے ہیں جب غلبہ حال سے
اپنا علم بلکہ اپنے علم کا علم نہ رہے گا اور غیر کا تو برکنار
پس فنا حاصل ہو گی اور جب اس علم کا علم بھی نہ رہے
تو فناء الفنا جتنا اپنے سے گذرا اور بیخود ہوا اتنا ہی
مطلوب سے ملا ست آنقدر کز خویشتن رفتم در آغوش
توام: الحاصل سالک اپنے میں ایک نسبت
پاتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس کا دوسرا سرا کہاں
لگا ہے اور جس میں اُس کو بند کرے گا ضرور اسکا
تعین ہوگا اور حضرت مطلوب اور مقصود اس کے
ماسوی ہے اور جس مرتبے میں رکے مطلوب اسکے
ماوراء ہے کیونکہ جو سالک کے احاطہ تصور میں متعین

حضرت مطلوب ورائے اوست چہ آنچہ
در حیطۂ تصور سالک متعین گردد لامحالہ متعین
بتعین محاط ذہن السالک باشد و کل
متعین من حیث تعینہ و تشخصہ
بقید و تشخص فہو لا المطلوب از اینجا
است کہ گفتہ اند کہ بکنہ مطلق دست ہیچ نبی و
ولی نمی رسد بیت عنقا شکار کس نشود
دام باز چین ؎ اینجا ہمیشہ باد بدست است
دام را ؎ پس سالک چون داند کہ من متوجہ
او ہستم اما نمیدانم کہ بکدام جہت متوجہم یعنی
میداند اما نمے داند کہ چہ می داند این مرتبۂ فناء
است واگر مے داند اما نمے داند کہ چہ مے
داند و نیز نمی داند کہ می داند این مرتبۂ فناء الفناء است
واین مرتبہ نہایت سیر الی اللہ است و بیشتر سیر
فی اللہ است لتقمہ فنا بر دو قسم است قسم اول
آنکہ علم مرکب داشتہ باشد و قسم دوم آنکہ علم بسیط
گردد و اما علم مرکب عبارت است از کیفیتہ ادراکیہ
کہ از باطن سالک منتشی گردد و متوجہ حضرت مقصود
شود و منقطع از جمیع ماسوائے او بود و غیر مقصود راہ
نداشتہ باشد یا بسبب آنکہ ہر چہ مدرک او میگردد بصفت
غیریت مدرک او نمیگردد بلکہ عینیت ملحوظ میشود نہایت
آنکہ متلبس بشیون و تعینات است کہ آنرا وجود خارجی
نیست و این ادراک را بداند کہ نفس الامریست مطابق واقع

ہوگا وہ لامحالہ متعین ایسے تعین کے ساتھ ہوگا کہ سالک
کا ذہن جس کو محیط ہے اور جو چیز کسی قید اور تشخص سے
متعین اور متشخص ہے وہ ہرگز مطلوب نہیں ہے
یہیں سے لوگوں نے کہا ہے کہ مطلق کی کنہ کو کسی
نبی اور ولی نے نہ جانا بیت عنقا شکار کس نشود
دام باز چین ؎ اینجا ہمیشہ باد بدست است دام را
یعنی جال اٹھا لو کہ عنقا کبھی پھنسنے کا نہیں ہے اور جال
بیکار ہے پس سالک جانتے کہ میں اسکی طرف متوجہ
ہوں لیکن نہیں معلوم کہ کس طرف متوجہ ہوں یعنی سالک
جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کیا جانتا ہے یہ فنا کا مرتبہ
ہے اور اگر جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کیا جانتا ہے
اور جاننے کو بھی نہیں جانتا یہ فناء الفناء کا مرتبہ ہے
سیر الی اللہ کا یہ مرتبہ ہے اس کے آگے سیر فی
اللہ ہے لتقمہ فنا دو قسم پر ہے اول علم مرکب
دوم علم بسیط ۔ علم مرکب کیفیت ادراکیہ کو کہتے ہیں
جو سالک کے باطن میں پیدا اور حضرت مقصود کی طرف
متوجہ اور اسکے ماسوا سے منقطع ہو اور جسمیں غیر مقصود
کو راہ نہ ہو یا اس وجہ سے کہ جو کچھ اسکو دریافت ہوتا
ہے اس میں غیریت کی صفت ملحوظ نہیں ہوتی بلکہ
غیریت کی صفت ملحوظ ہوتی ہے انتہا یہ ہے
کہ خصوصیت اور تعینات کے ساتھ ہوتی ہے
جس کا خارجی وجود نہیں ہے اور اس ادراک کو
نفس الامری اور واقع کے مطابق

چنانچہ قائلین بوحدت وجود بمشرب صافی
وجود عبار ازین شستہ اند یا بسبب آنکہ ہرچہ
مدرک اومی شود از غایت توجہ بمقصود و نہایت
لحاظ مطلوب و فرط محبت بیار و قوت عشق
بدوست ہمہ مقصود و مطلوب و یار و دوست
دیدہ می شود اگرچہ در نفس الامر چنین نیست
بلکہ وجودات متکثرہ و متغایرہ از وجود خاص
حضرت واجب الوجود اند در واقع مگر آنکہ
بفرط شغف چنین وانمودہ اند و این حکم کہ
ہمہ اوست حکمیست کاذب غیر مطابق
واقع چنانچہ قائلین بوحدت وجود خیال
خام را پختہ اند بہر تقدیر رفع غیر من حیث
الغیریۃ در تحصیل وحدت متفق علیہ فریقین
است پس سالک از علوم متکثرہ گریختہ در پناہ
علم واحد شد و باین توحید تقرب الٰہی یافت
اما این قدر باقیست کہ علم این علم دارد و بسبب
این علم او علمیست مرکب یعنی علمٌ مضافٌ
الی العلم ہنوز وارد ؎ تا در تو زپندار تو ہستی
باقیست ؛ میدان بیقین کہ بت پرستی باقیست
گفتی بت پندار شکستم رستم ؛ این بت کہ تو پندار
شکستی باقیست ؛ اما علم بسیط عبارت است
ازینکہ بہ کیفیتی ادراکیہ متوجہ مقصود گردد کہ سالک را
منقطع از جمیع ماسوی بسازد حتی کہ این علم ہم

جیسا قائلین وحدتِ وجود نے اس کو صاف طور سے
بیان کیا ہے اسوجہ سے کہ جو کچھہ اُسکو مدرک ہوتا ہے
بسبب اس کے کہ مقصود کی طرف غایت توجہ اور مطلوب
کا نہایت لحاظ اور یار کے ساتھ بہت محبت اور دوست
کے ساتھ قوی عشق ہے سب مطلوب اور مقصود اور یار
اور دوست ہی دکھائی دیتا ہے اگرچہ نفس الامر میں ایسا
نہیں ہے بلکہ وجودات متکثرہ اور متغایرہ واقع میں حضرت
واجب الوجود کے خاص وجود سے ہیں مگر کثرت
عشق سے ایسا ظاہر کرتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم
کاذب ہے اور مطابق واقع کے نہیں ہے جیسا قائلین
وحدت وجود کی خام خیالی ہے بہر تقدیر بحالت تحصیل
وحدت غیر کو من حیث الغیریت مٹا دیتے ہیں
فریقین متفق ہیں پس سالک نے علوم متکثرہ سے
بھاگ کر علم واحد میں پناہ لی اور اس سبب سے
اللہ تعالی کا مقرب بنا مگر اشارہ کیا ہے کہ اس علم
کا علم رکھتا ہے اور اسی سبب سے اس کا علم مرکب
ہے یعنی ابتک اُس کا علم دوسرے علم کی طرف منسوب
ہے ؎ تا در تو زپندار ہستی باقیست ؛ میدان
بیقین کہ بت پرستی باقیست ؛ گفتی بت پندار شکستم
رستم ؛ این بت کہ تو پندار شکستی باقیست ؛ اور
بسیط علم مراد اس سے ہے کہ سالک کی کیفیت ادراکیہ
کے ساتھ اس طرح مقصود کی طرف متوجہ ہو کہ
اس کو ماسوی سے الگ کردے یہانتک یہ علم بھی

باقی نماند پس دریں محل علم سالک بسیط گردد
و فنائے حقیقی حاصل شود و نزد بعضے علم اول
کہ مرکب بود آں را فنا گویند و علم ثانی کہ بسیط
گشتہ آں را فناء الفنا خوانند و ایں مرتبتین
آوردے نیستند بلکہ از جناب تقدس فیضان می
شود من غیران یکون لسلوک السالکین فیہ
تاثیرے بجستجوئے نیابد کسے مراد دلی
کسے مراد بیابد کہ جستجو نکند؛ و این منتہائے
حد جذب و بیخودی و غیبت ست تا کدام سعادتمند
را روئے دہد و روزی بود و ایں را آثار است
ہر مدعی نتواند باین دعوی برخاست و تا
سالک بمرتبہ جذب و بیخودی نہ رسیدہ
در صف ولایت نہ در آمدہ و بے این جذبہ
از زہاد و عباد و اخیار و ابرار تو اند بود
اما بقرب و وصول کہ معنی ولایت است
ہنوز نرسیدہ باشد؛

و باید دانست کہ جذبہ شرط ولایت است
اما استدامت و دوامت آں شرط نیست
بلکہ بعضے را باشد کہ سالہا مجذوب و سکران
دارند بعد ازاں بصحو فرستند چنانچہ گویند سلطان
العارفین حضرت بایزید رضی اللہ تعالے عنہ
سی سال دریں مقام بودند و بعضے را باشد
کہ یک ساعت بود مجاذیب دریں مرتبہ

باقی نہ رہے پس اسوقت سالک کا علم بسیط ہوتا ہے
اور حقیقی فنا حاصل ہوتی ہے اور بعضوں کے نزدیک
اول علم کو جو مرکب ہے فنا کہتے ہیں اور دوسرے
علم کو جو بسیط ہے فناء الفنا کہتے ہیں اور دونو مرتبے
کسبی نہیں ہیں بلکہ وہبی ہیں اور اسکا فیضان حق
تعالی کی جانب سے ہوتا ہے اور اسمیں سالکوں
کے سلوک کی کچھہ تاثیر نہیں ہوتی ہے بجستجوئے
نیابد کسے مراد دلی بہ کسے مراد بیابد کہ جستجو مکند
اور جذب اور بیخودی اور غیبت کا یہ انتہائی مرتبہ
ہے اور جو سعادتمند ہیں انکو حاصل ہوتا ہے اور
اسکے لئے نشانیاں ہیں پس ہر مدعی اس کا دعوے
نہیں کر سکتا اور سالک جب تک جذب اور بیخودی
کے مرتبے میں نہیں پہونچیگا ولایت کی صف میں
نہیں داخل ہو سکتا اور بلا اس جذب کے زہاد
اور عباد اور اخیار اور ابرار سے ہو سکتا ہے مگر قرب
و وصول تک جو ولایت کے معنے ہیں اب تک نہیں
پہونچا ہے جاننا چاہیئے کہ ولایت کے لئے
جذبہ شرط ہے لیکن اسکا دائمی ہونا شرط نہیں بلکہ
بعضے برسوں جذب اور مستی میں رہتے ہیں بعد اسکے
ہوشیار ہو جاتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ سلطان العارفین
حضرت بایزید رضی اللہ تعالے عنہ تیس برس تک
اس مقام میں رہے اور بعضے ایک ساعت
مجذوب ہو جاتے ہیں۔ مجذوبین اس مرتبے

مقید ماندند و عروج ازین نفرمودند و بعضو بیاماند
بنا برایں ترتیب را نشایند و مشائخ کہ شاہان
تختگاہِ ہوشیاری و خلفائے انبیاء
علیہم السلام اند بایں دولت فائض اند
لقمہ بقا باللہ عبارت است از مرتبہ
جمع الجمع کہ مستجلب حیرتِ کبریٰ است و
این کبریٰ نزدِ اکثر محققین آخرین مقام است
اگرچہ نزد بعضے مقام آخر رضا و تسلیم است
بدانکہ بقا باللہ رجوع الی البدایت است
یعنی در بدایت کہ مرتبہ تفرقہ و ادراک اشیا
مِن حیثُ تعیّناتِہا است و نظرِ مبتدی
بند در دیدہ مظاہر مِن غیرِ نظرٍ الی الظّاہر است
درین مرتبہ غفلت تام شامل حال او ست
و بعد از ترقی باوج غیبت و بیخودی و انجذاب
تمام و سلخ قیود و تعینات و طمس تشخصات
و اضافات رجوع باز باعتبار تعینات و
طمس تشخصات و اضافات میکند اما بدید
دیگر نہ بدید اول اگرچہ ہر دو مرتبہ شریک اند
بایکدیگر و این مقدار کہ اعتبار تعینات در ہر دو
معتبر است اما فرق جلی است چہ سالک در اول
مقصود و مطلوب و متوجہ الیہ قلبش محض امور متعینہ
متشخصہ مقیدہ است و ملاحظہ و مطالعہ امر مطلق مفقود
و ناموجود و سالک در ثانی مقصود و مطلوب و متوجہ الیہ

میں پھنس گئے اور نکل نہ سکے اور ہوشیار نہوئے
اسیوجہ سے اس ترتیب کے لائق نہیں ہیں
مشائخ کہ ملک ہوشیاری کے بادشاہ ہیں اور انبیاء
علیہم السلام کے خلیفہ اس دولت سے مشرف
ہیں **لقمہ** بقاء باللہ مراد ہے مرتبہ جمع الجمع سے
جو حیرت کبریٰ حاصل کرتا ہے۔ محققین کے نزدیک
حیرت کبریٰ آخرین مقام ہے اگرچہ بعض کے نزدیک
آخرین مقام رضا اور تسلیم ہے۔ جاننا چاہیئے
کہ بقا باللہ اولین حالت کی طرف رجوع کرنیکا نام
ہے یعنی بدایت میں جو تفرقہ اور ان اشیاء متعینہ کا
مرتبہ ہے مبتدی کی نظر مظاہر میں رہتی ہے بلالحاظ
ظاہر کے اس مرتبے میں پوری غفلت اس کے
شامل حال ہے اور غیبت اور بیخودی اور جذب
کامل اور رفع قیدا اور تعینات اور تشخصات اور اضافات
کی طرف ترقی کے بعد پھر باعتبار تعینات اور
مٹانے تشخصات اور اضافات کے رجوع کرتا
ہے لیکن دوسری نظر سے نہ نظر اول سے اگرچہ
دونوں مرتبے آپسمیں شریک ہیں اور اسیقدر تعینات
کا اعتبار دونوں میں معتبر ہے مگر فرق ظاہر ہے کیونکہ اول
میں سالک کے دل کا مقصود اور مطلوب اور متوجہ الیہ
محض امور متعینہ متشخصہ مقیدہ ہیں اور امر مطلق ملاحظہ
اور مطالعہ بالکل مفقود اور معدوم ہے اور دوسرے
میں سالک کے دل کا مقصود اور مطلوب اور متوجہ الیہ

قلب او محض ذاتِ مطلق و تشخصات و اضافات و تعینات بملحوظ من حیث انہا مظاہر اسمائہ و صفاتہ است پس چنانچہ در اول فارق بود میان جلال و جمال ہمچناں در ثانی نیز فارق است اما بنظر دیگر و بدیدۂ آخر لیکن در مرتبہ ثانی بعضے باشند کہ در مشاہدہ مکونات اولاً ملحوظ و مرئے ایشاں را ذاتِ مطلق گردد و بنور آں ذات ثانیاً تعینات و اضافات بینند و بعضے باشند کہ مطالعہ ذاتِ مطلق در مشاہدۂ اشیا نمایند و بعضے باشند کہ مشاہدۂ ذاتِ مطلق بعد مشاہدہ اشیا فرمایند یکے گوید کہ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ و یکے گوید مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ و یکے گوید مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ الغرض و ما منا الا و لہ مقام معلوم

و عارف چوں بمقام آخر نزول فرماید عوام را میان او و میان سائر الناس فرق کردن دشوار آید و اینجا

صرف ذاتِ مطلق ہے اور تشخصات اور اضافات اور تعینات اس طرح سے ملحوظ ہوتے ہیں کہ وہ اسکے اسماء اور صفات کے مظاہر ہیں پس جیسا اول میں درمیان جمال اور جلال کے سالک فرق کرنے والا ہے ویسا ہی دوسرے میں بھی مگر دوسری نظر سے اور دوسری آنکھ سے لیکن دوسرے مرتبہ میں بعضے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو مخلوقات کے مشاہدہ میں پہلے پہل ذاتِ مطلق ملحوظ اور مرئی ہوتی ہے اور اُسے ذات کے نور سے دوسری بار تعینات اور اضافات دیکھتے ہیں اور بعضے وہ لوگ ہیں جو ہر چیز کے مشاہدہ میں ذاتِ مطلق کا مطالعہ کرتے ہیں اور بعضے وہ لوگ ہیں جو ہر چیز کے مشاہدہ کے بعد ذاتِ مطلق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ایک کہتا ہے کہ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ یعنی جس چیز کی طرف ہمنے نظر اُٹھا کر دیکھا اُس میں خدا ہی کو پایا دوسرا کہتا ہے مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ یعنی جس چیز کی طرف ہمنے نظر اُٹھا کر دیکھا اُسمیں خدا ہی کو پایا تیسرا کہتا ہے مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ یعنی جس چیز کو ہمنے دیکھا اُس کے بعد خدا ہی کو دیکھا الغرض ہم لوگوں میں ہر ایک کا مقام معین ہے عارف جب مقام آخر میں پہونچتا ہے تو آمیں اور لوگوں میں عوام الناس کو فرق کرنا دشوار ہو جاتا ہے ایسے

تراً معنی اَوْلِیَآئِی تَحْتَ قِبَائِی لَا
یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ مفہوم گردد و مبنی
برہمیں مقام است قول عامے چند
مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ
فِی الْاَسْوَاقِ و ازیں مقام
خبر است کہ فرمود رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ
تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ
و چوں دریافت اہل اللہ کہ بمرتبہ کمال
رسیدہ اند مشکل ست زیرا کہ ظاہر
ایشان ہمچو ظاہر سائر الناس است
بخلاف مجاذیب و محبانین کہ بسبب
مخالفت اطوار ایشان با طوار
سائر الناس امتیازے نمایند
و با عتقاد پیش آیند اما از جملہ
اہل صحو آنانکہ در مقام فردیت
حقیقیہ نزول کردہ اند از ایشان
خوارق عادات کمتر بینند زیرا نکہ
متوجہ الیہ ایشان ذات بحت
بیرنگ است و تصرفات انفسی و
آفاقی از تاثیرات صفات است و
ہر چند از اں مقام فروتر باشند تصرفات
بیش از ایشان بظہور آید و تفصیل ایں
مقام از حیطۂ تلویح بیرون است آیت

مقام میں اس حدیث قدسی کا مطلب سمجھ میں آتا ہے
اَوْلِیَآئِی تَحْتَ قِبَائِی لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ
یعنی میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا
اُنکو کوئی نہیں پہچانتا ایسے مقام پر چند عامی کا قول
محمول ہے جسکو اللہ نے نقل فرمایا ہے مَا
لِهٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی
الْاَسْوَاقِ یعنی اس پیغمبر کو کیا ہو گیا ہے کہ کھانا
کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے اور اسی مقام
کی اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ
تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ یعنی کچھ خدا کے مرد ہیں کہ
تجارت اور خرید و فروخت اُن کو خدا کے ذکر سے
نہیں روکتی۔ پہچاننا اہل اللہ کا جو کمال کے درجے کو
پہونچے ہیں مشکل ہے کیونکہ اُن کا ظاہر اور لوگوں
کے ظاہر کے مانند ہوتا ہے بخلاف مجذوبوں اور مجنونوں
کے کہ لوگ ان کی تمیز کر لیتے ہیں اور اعتقاد سے پیش
آتے ہیں اس سبب سے کہ اُن کا طور اور لوگوں کے
مخالف ہوتا ہے لیکن ہوشیار لوگ جو فردیت حقیقیہ
کے مقام میں پہونچ چکے ہیں اُن سے کرامات کمتر
ظاہر ہوتی ہیں کیونکہ ان لوگوں کا متوجہ الیہ صرف
ذات بیرنگ ہے اور نفوسی اور آفاقی تصرفات
صفاتی تاثیرات سے ہیں جو لوگ اس مقام کے نیچے
ہونگے اُن سے بہت تصرفات ہونگے اس مقام
کی تفصیل لکھنے سے باہر ہے چنانچہ یہ آیت شاہد ہے۔

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا اے برادر اگر این چند سطر بنظر دل مطالعہ فرمائی امید واثق است کہ بے توسط شیخے در ظاہر کار خود را از حضیض بذروہ توانی رسانید اما واثم کہ کار بے توجہ شیخ تمام نہ شود چہ بسا عقبات کہ آنجا امداد باطن شیخ مخرج است واز مطالعہ کتب ہیچ نکشاید بعضے خود بیناں وخود پرستاں را اشتیاق آں باشد کہ در بیعت شیخے در نیایند والتزام صحبت بخدا رسیدہ اختیار نکنند وخواہند کہ ذکر وفکر وانصرام کار بتوسط کتاب پیش برند واین متعذر ومستبعد ونادر باشد رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ۔

قول کلی (لقمہ)

بداں ارشدک اللہ تعالےٰ کہ مقصود از جمیع اذکار وافکار واقسام مراقبات محویت وطمس است چہ شان لطیفہ ربانیہ در بدو فطرت توحید العزیمت وجمعیت است واز ربط بنشار کون تعلقاتش می افزاید وازاں وحدت عزیمت وجمعیت بکثرت عزائم وتفرقہ میرسد ہمت صاحب الضاف

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا اے بھائی اگر یہ چند سطر تو دل کی نظر سے مطالعہ کرے گا تو امید قوی ہے کہ ظاہر میں بلا ذریعہ شیخ کے اپنے کو پستی سے بلندی پر پہونچا سکتا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ بلا مدد شیخ کے پورا کام نہ ہوگا کیونکہ بہت سی ایسی مشکلیں ہیں جس شیخ ہی کی مدد باطن نکالے گی اور کتاب پڑھنے سے کچھ نہ ہوگا بعضے خود بین وخود پرست اس کے مشتاق ہیں کہ کسی شیخ کی بیعت میں داخل ہوں اور خدا رسیدہ کی صحبت کا التزام نہ کریں اور چاہتے ہیں کہ ذکر اور فکر اور کام کی تکمیل کتاب ہی کے ذریعہ سے کریں یہ دشوار اور مشکل اور نادر ہے خداوند ہمارے اور قوم کے درمیان میں سچا فیصلہ کر دے تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

قول کلی

لقمہ اے طالب۔ خدا تجھکو راہ بتاوے جان لے کہ تمام اذکار اور افکار اور مراقبات کی قسموں سے مقصود محویت اور فنا ہے کیونکہ ابتدائے فطرت میں لطیفہ ربانیہ کی شان قصد کی یکسوئی اور جمعیت ہے اور مخلوق کی ربط سے اس کے تعلقات بڑھتے ہیں اور اس قصد کی یکسوئی اور جمعیت سے قصد کے کثرت اور تفرقہ کی طرف پہونچتا ہے صاحب

وابستہ آنست کہ باز بہماں وحدت
گرایدو شتات بثبات لطیفہ را بربط توحید
مکافات کند و تحصیل آں را سبیل نیست
مگر آنکہ علم خود را بسیط سازد و از انحصار
شتات بتنحو واحد رو آرد تا نہ بیند در عوالم ذات
مگر ذات او و صفات مگر صفات او و افعال
مگر افعال او تعالیٰ و تقدس پس او را معلوم
شود سریان وجود او کہ سار نیست در سائر
مکوّنات و درین حالت بایمان حقیقی و تقویٰ
کمال متصف گردد و بپیدا گردد او را کہ جنت
چیست و دوزخ چیست و دنیا چیست و
آخرت چیست و نفس چیست و شیطان
کیست و رحمان کیست و ہادی کیست و
مضل کیست اگرچہ عارف را غرض بدریافت
ایں امور نہ بستہ است لیکن بحکم شہود
ازاں چارہ نہ بود و ایں طریق اذکار و افکار
و مراقبات در اصل مبنی بر عشق است ہر چند
عشق بیشتر تاثیر ایں امور بیشتر و ہر چند
سست تر تاثیر کمتر و گاہ باشد کہ ز مزاولت
ایں اقسام رشتہ محبت گسستہ باز در تاب
آید و محکم گردد و نباید کہ اذکار و افکار و مراقبات
را برائے تحصیل ثواب بکند کہ شان عشق ازیں معلی است
لقمہ بدانکہ چنانچہ ایں اذکار گذشتہ مناسب

انصاف کی ہمت کا مقتضا یہ ہے کہ پھر اُسی یکسوئی
کی طرف مائل ہو اور لطیفہ کے متفرقات کو یکسوئی سے
ربط دیوے اور اُس کے حاصل کرنے کا طریقہ سوا
اس کے نہیں ہے کہ اپنے علم کو بسیط کرے اور
متفرقات سے ایک جانب متوجہ ہو تا کہ ہر طرح سے
خدا ہی کو دیکھے یعنی عالم ذات میں ذات کو اور صفات
میں صفات کو اور افعال میں افعال کو جس سے اُسکو
اپنے وجود کا ساری مخلوقات میں ساری ہونا معلوم
ہو جائے اس حالت میں سالک کو ایمان حقیقی اور کمال
تقوےٰ حاصل ہوگا اور اُسکو معلوم ہو جائے گا کہ جنت
کیا ہے اور دوزخ کیا دنیا کیا ہے اور آخرت کیا اور
روح کیا اور نفس کیا شیطان کون ہے اور رحمان
کون رہنما کون ہے اور گمراہ کرنے والا کون اگرچہ ان
امور کے دریافت ہونے کی غرض عارف کے متعلق
نہیں ہے لیکن بمقتضائے شہود اُس سے چارہ بھی
نہیں ہے اور ان اذکار اور افکار اور مراقبات کے
طریقے کا مدار دراصل عشق پر ہے جس قدر عشق زیادہ
اُسیقدر تاثیر زیادہ اور جس قدر عشق سست اُسیقدر
تاثیر کمتر اور کبھی ان اقسام کی مزاولت سے ٹوٹی ہوئی
محبت کا رشتہ مستحکم اور مضبوط ہو جاتا ہے اور ان اذکار
اور افکار اور مراقبات کو ثواب حاصل کرنے کی نیت سے
نہ کرنا چاہیئے کیونکہ عاشق کی شان اس سے برتر ہے
لقمہ جاننا چاہیئے کہ جیسے یہ گذشتہ اذکار توحید

بر معنی توحید است ہمچناں ابیات واشعار
در ہر زبان مشعر بمعنے توحید می باشد پس
چنانچہ ایں اذکار نافع است در وصول ہمچناں
ایں ابیات واشعار نیز موصل است مگر
آنکہ زبان عربی بمظہر اتم صلے اللہ علیہ وسلم
قوی مناسبت است پس تاثیر آں بیشتر باشد
اگرچہ ہر زبان بحقیقت نبوی سوی النسبۃ است
بلیت عشق را با کافر و مومن نباشد احتیاج ؛
ایں سخن در مسجد و بتخانہ می باید نوشت **لقمہ**
مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وضع برزخ قرار
دادہ اند مقصود ازیں اجتماع متفرقات است
چہ آدمی بتفرقہ حواس و ہجوم خطرات از توحید
علمی باز می ماند برزخ جمعیت حواس ہم میرساند خصوصاً
وقتیکہ برزخ ادب خواہ باشد کہ بملاحظہ صورت
وہمی یا حقیقی آں برزخ کہ از شان او طلب ادب
باشد خشوع و خضوع در حضور پیدا می شود و آں
نافع است و کثرت ممارست معنی کہ در آں برزخ
موزع است در سالک پیدا می آرد کہ اندیشہ ہر جا دواند
شود رنگ آں گیرد کہ آں ہیولانی صفت است و ہم
ہر صورت را قابل ست من المولوی المعنوی مثنوی اے برادر
تو ہمیں اندیشہ ؛ مابقی تو استخوان و ریشۂ ؛ گر گلست اندیشۂ
تو گلشنے ؛ ور بود خارے تو ہیمہ گلخنے ؛ وہر مکون برزخ می تواند
شد چہ برزخ بمعنی واسطہ است میان دل و مقصود کہ

کی معنی خبر دیتے ہیں اسی طرح ابیات اور اشعار توحید کے
معنی بتاتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ عربی زبان کو
کامل مظہر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قوی مناسبت
ہے پس تاثیر زیادہ ہوگی اگرچہ زبان کی نسبت حقیقت
نبوی کے ساتھ برابر ہے بیت عشق را با مومن و
کافر نباشد احتیاج ؛ ایں سخن در مسجد و بتخانہ مے
باید نوشت ؛ **لقمہ** مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے
جو برزخ مقرر کیا ہے اس سے مقصود پراگندگی کا اجتماع
ہے کیونکہ آدمی حواس کی پراگندگی اور خطرات کی ہجوم
کے باعث توحید علمی سے محروم رہتا ہے برزخ
حواس میں جمعیت پیدا کرتا ہے خصوصاً جب برزخ
ادیب ہو کیونکہ اس برزخ کی صورت وہمی یا حقیقی کے
ملاحظہ سے جس کی شان طلب ادب ہے حضوری
کا خشوع اور خضوع حاصل ہوتا ہے اور نفع پہونچاتا
ہے اور مشاقی اس معنی کو جو اس برزخ میں رکھی گئی
ہے سالک میں پیدا کر دیتی ہے کیونکہ اندیشہ جسطرف
دوڑایا جاتا ہے اسی کا رنگ پکڑ لیتا ہے اسواسطے
کہ وہ ہیولانی صفت اور قابل صورت ہے مولانا روم
فرماتے ہیں مثنوی اے برادر تو ہمی اندیشۂ ؛
ما بقی تو استخوان و ریشۂ ؛ گر گلست اندیشہ تو گلشنے ؛
ور بود خارے تو ہیمہ گلخنے ؛ اور ہر مخلوق برزخ ہو سکتا
ہے اس واسطے کہ برزخ اس واسطہ کو کہتے ہیں
جو دل اور مقصود کے درمیان

از نہایت لطافت و تنزہ مدرک نمیشود پس
جمال آن را در آنچہ حاضر سازند آن برزخ باشد
و از ذرہ تا خورشید و از عرش تا فرش ہمہ جلوہ گاہ
اوست در آنچہ نظر میکنی اگر دیدۂ بینا داشتہ
باشی آنرا بینی آرے تفاوت در برازخ ہست
مثلاً برزخ شیخ مورث معنی دیگر باشد و برزخ
حجر و کلوخ مورث چیزے دیگر بود ہر چند برزخ
لطیف تر بود و از معنی معقولہ بود کار نیکوتر شود
و ہر چند کثیف تر بود و از صور مرئیہ بود کار
زبون تر شود و مشائخ رحمہم اللہ بحسب استعداد
ہر سالک برزخے مقرر سازند آنرا کہ قوت عاقلہ
بود از عالم معقولہ کلیہ فرمایند و آنرا کہ نبود از عالم
محسوسہ جزئیہ فرمایند اما مختار این بے ہیچ آن است
کہ حالت سالک را تجسس باید نمود کہ کدام چیز
در نفس او وقوع عظیم دارد و کدام شے در دیدۂ
او جمال دارد مثلاً شخصے است کہ عاشق پسرے
بود و بعشق او والہ و شیدا پس جمال آن پسر در دیدۂ
او از جمال شیخ بیشتر باشد پس شیخ برزخ خود نفرماید
بلکہ برزخ آن پسر فرماید در اشتغال و مراقبہ کہ کثرت شغل
آنرا از ان مرتبہ آہستہ آہستہ خواہد کشید و از تعلقات صوری
بتعلقات معنوی خواہد رسانید و نیز مثلاً شخصے است کہ
جمال گل و چمن در دیدۂ او از ہمہ بغایت زیبا است برزخ او
ہمین گل باید داشت کہ شیخ اگر جمال خود فرماید آن کار کردہ در

میں ہے کیونکہ مقصود نہایت لطافت اور پاکی کے باعث
مدرک نہیں ہو سکتا پس اُسی کے جمال کو جس چیز میں لا دیں
وہی واسطہ ہے۔ ذرہ سے آفتاب تک اور فرش سے عرش
تک ہر ایک میں اُسی کا جلوہ ہے جسمیں نظر کریگا اگر آنکھ بینا ہے
تو اُسی کو دیکھیگا ہاں برزخوں میں تفاوت ہے مثلاً شیخ کا برزخ
کچھ اور ہی بات پیدا کرتا ہے اور پتھر کنکر کا کچھ اور۔ جس قدر
برزخ زیادہ لطیف اور عقلی ہوگا اُسیقدر کام بنیگا اور
جسقدر برزخ کثیف اور صور محسوسہ سے ہوگا اُسیقدر زیادہ
خراب۔ مشائخ ہر سالک کی استعداد کے لائق برزخ مقرر
کرتے ہیں جس میں قوت عاقلہ ہے اُسکو برزخ عالم معقول
کا بتلاتے ہیں اور جس میں قوت عاقلہ نہیں ہے عالم محسوسہ
جزئیہ کا لیکن میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سالک کی حالت
پر غور کریں کہ کس چیز کی وقعت اُس کے جی میں ہے اور
کیا چیز اُس کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی کسی لڑکے پر
عاشق ہے اور اُس کے عشق میں حیران و پریشان ہے اُس
لڑکے کا جمال اُس کی نظر میں شیخ کے جمال سے زیادہ بھلا معلوم
ہوگا ایسی حالت میں شیخ اپنے برزخ کے لئے حکم نہ دے
بلکہ اس لڑکے کے برزخ کا حکم دے۔ کثرت شغل مراقبہ اُس
موج سے آہستہ آہستہ اسکو نکالیگا اور ظاہری تعلقات
کو چھوڑا کر اُس کو معنوی تعلقات کی طرف پہونچا دے گا
اور بھی مثلاً کسی کی نظروں میں پھول اور چمن نہایت بھلا
معلوم ہوتا ہے اُس کا برزخ یہی مقرر کرنا چاہیئے
اسواسطے کہ شیخ کے جمال کا اثر ایسا نہیں ہوگا جیسا

آں تصورت میکرد دریں صورت نتواند کرد اما شغل اورا از برائے خواہد کشید وقس علی ذلک لقمہ حبس نفس یا حصر نفس یا ذکر دو ضربی یا شش ضربی و حدادی و امثال آں کہ مشتمل بر حرکت عنیفہ است مقصود ازیں تولید حرارت است در باطن کہ ممد عشق و مورث شوق باشد و آتش محبت انگیزد و سالک را بجوشاند و خروشاند و مستی آرد و لہذا گفتہ اند کہ جوانان را تعلیم ذکر زود مثمر بود و قالوا ان الصوفی بعد الثلثین بارد گردد اما در سن عدم تکلیف تلقین ذکر نکنند کہ حرارت ذکر بسوزد و چون مراہق شود روا باشد و مخفی نماند کہ در ایام جوانی سالک تواند کرد و در ایام پیری نتواند کرد و کشف و شہود کہ در حداثت سن پدید آید در خرافت ہم نمی رسد شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرہ صوفیان بار دور را بخوردن دانہ پنوار وصیت میکرد تا حرقت و گرمی در طبیعت ایشان با دویہ نباتی افزاید شکر اللہ تعالی سعیہ لقمہ در اشغال و اذکار ماضیہ حرکت قلب و صوت سرمدی و توالی انفاس و مانند آنکہ اختیار کردہ اند سر دریں آنست کہ آں علم کہ از محیط تقرب و تدانی است بسبب معیاریت ایں امور دائم الوقوع گردد چہ اینہا بدوام و اتصال متحقق اند و آنرا کہ چنیں معیار بود آں نیز دائم الوقوع باشد و اگرچہ مثل ایں امور دائمی دیگر ہم ہستند کہ با آں معیار تواں نمود مثلا حرکت

اُس پھول اور چمن کا ہوگا لیکن یہ شغل اُسکو ضرور سے نکال لیگا اسی طرح اوروں کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے لقمہ حبس نفس اور حصر نفس اور ذکر دو ضربی اور شش ضربی اور حدادی وغیرہ جس میں سخت حرکات ہیں اس سے باطن میں حرارت پیدا کرنا مقصود ہے جس سے عشق اور شوق پیدا ہو اور صحبت کی آگ بھڑکے اور سالک میں جوش اور خروش پیدا کرے اور اُسکو مست کر دے اسیواسطے کہا گیا ہے کہ جوانوں کو ذکر تعلیم کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ صوفی تیس برس کے بعد سرد ہو جاتا ہے لیکن لڑکپن میں ذکر نہیں سیکھنا چاہیئے کیونکہ ذکر کی حرارت جلا دیگی اور جب بلوغ کے قریب پہونچے تو حرج نہیں ہے اور جوانی کے زمانہ میں جو محنت سالک کر سکتا ہے بڑھاپے میں نہیں کر سکتا اور شہود اور کشف جو اوائل سن میں ہوگا بڑھاپے میں نہیں ہوگا شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرہ اللہ تعالی اُنکی کوشش کا پھل عطا فرمائے بارد صوفیوں کو تخم پنواڑ کھانے کو فرماتے تھے تاکہ نباتی دواؤں سے اُن لوگوں کی طبیعت میں سوزش اور گرمی پیدا ہو لقمہ اشغال و اذکار گذشتہ میں جو حرکت قلب اور آواز سرمدی اور توالی انفاس وغیرہ کو اختیار کیا ہے اُسمیں یہ بھید ہے کہ یہ امور اپنے معیار ہونے کے باعث اُس علم کو جو تقرب اور تواصل کا موجب ہے دائم الوقوع کر دیتے ہیں کیونکہ ان کا دوام اور اتصال ثابت ہے اور جس کا ایسا معیار ہوگا وہ بھی دائم الوقوع ہوگا اگرچہ ایسے امور دائمی اور بھی ہیں کہ اُسکے معیار ہو سکتے ہیں جیسے آسمان

افلاک و نجوم یا تجدد امثال در آب دریا و امثال ذلک مگر این است کہ این امور چوں خارج از جسم آدمی است بعید التوجہ است توجہ با و نہ بمثابہ توجہ آدمی در خویشتن است اگر گوئی در آدمی ہر لمحہ و ہر آن رنگ او معدوم میشود و مثل آں از کتم عدم موجود میگردد و ایں بدوام است چرا ایں را معیار آں نگردانند گویم اولاً لون چوں بچشم تعلق دارد و در مراقبات بلکہ در اذکار چشم بستن نافعست بل اہم و ثانیاً تجدد ایں بدیہی نیست بلکہ نظری چندیں مقدمات مجروح اقامت باید کرد تا ثبوت ایں مطلب را ظنی پیدا گردد لقمہ نعمہ آتشیں کہ در نہاد سالک مے باشد از فرط محبت می افروزد و در ابتدا گریہ و زاری و بیقراری و حرکات عنیفہ و رطوبات چشم و دہن و بینی پیدا می شود و ایں از عالم درد است کہ از کثرت ذکر پیدا می شود اما آنانکہ بمرتبہ تحیر رسیدہ باشند گریہ نکنند بفراق و اگر بگریند در وصال گریۂ ایشاں بر فات باشد یا امور دیگر کہ طور عشق مقتضی آنست فرق کردہ اند آب چشم ایں مردم شیریں می باشد و آب چشم آنانی کہ بدرد بگریند شور و تلخ بود و حرکت رقص ایشاں بغایت سبک و ملائم و نہایت موزوں اکثر بطبق وزن الحان

اور ستاروں کی چال اور دریا کے پانی کا آنا جانا وغیرہ مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ امور آدمی کے جسم سے علیحدہ ہیں اس وجہ سے انکی توجہ بعید ہے اپر توجہ ایسی نہیں ہو سکتی جیسے آدمی کو اپنے میں توجہ ہے اگر کوئی کہے کہ ہر آن اور ہر لحظہ میں آدمی کا رنگ معدوم ہوتا جاتا اور اس کا مثل موجود ہوتا جاتا ہے اور یہ حالت دائمی ہے پھر اسکو معیار کیوں نہیں بناتے ہم اس کا جواب دو طرح پر دینگے پہلا جواب یہ ہے کہ رنگ کا تعلق آنکھ سے ہے اور مراقبات میں بلکہ تمام ذکروں میں آنکھ کا بند کرنا نافع بلکہ ضروری ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اسکا ہر آن میں معدوم اور موجود ہونا بدیہی نہیں ہے بلکہ نظری ہے جب چند مقدمات مخدوشہ قائم کئے جاینگے تو اسکا ثبوت ہوگا پھر بھی ظنی طور پر لقمہ آتشیں نغمہ جو خود سالک میں ہے محبت کی زیادتی سے بھڑک جاتا ہے کسی دوسری چیز کے جمع کرنے کی حالت نہیں ہوتی اور چونکہ کثرت ذکر سے درد پیدا ہوتا ہے اس باعث سے ابتدا میں گریہ وزاری بیقراری اور سخت حرکتیں پیدا ہوتی ہیں اور آنکھ اور منہ اور ناک سے رطوبات جاری ہو جاتی ہیں اور جو لوگ تحیر کے مرتبے تک پہونچگئے ہیں وہ فراق سے نہیں روتے اور اگر حالت وصال میں روتے ہیں تو ان باتوں پر جو انسے چھوٹ گئی ہیں یا اور کسی بات پر جو عشق کا مقتضا ہے اسمیں یہ فرق کرتے ہیں کہ ان لوگوں کا آنسو میٹھا ہوتا ہے اور درد سے رونیوالوں کا کھاری اور کڑوا اور ان کے رقص کی حالت بہت سبک اور ملائم اور نہایت موزوں ہوتی ہے اور اکثر وزن الحان کے موافق

رقص کنند که آنرا تواجد روحانی گویند نہایت دلالت
بر انشراح صدر و بسط وقت کند اگرچہ عوام این
قسم رقص را آنقدر در اعتبار نہند و از آں سماع
با حجم انشراح یابند اما خواص دانند کہ این حرکت
از کجا است یعنی سجود القلب است و آنکه اول برخیزد
و رقص مجلس کند و آنچہ در مجلس گذرد بر ذمہ او
بود ان خیرًا فخیر و ان شرًا فشر و سلطان
المشائخ رضی اللہ عنہ فرمودند کہ اگر پشت صوفی
بر زمین رسد خود را فدا کند یا جامۂ خود را و صاحب
رسالہ قشیریہ گوید کہ حرکت از ہر کہ باشد خواہ مبتدی
و خواہ منتہی و خواہ متوسط از حال او چیزے میکاہد
و نباید کہ بے ہجوم و استیلا از جا رود تا ممکن
باشد ثابت و راسخ باشد اینست اواخر آنچہ
در صدد آں قلم برداشتہ بودم و ہنوز بعضے
اطوار در کتم توقف ماندہ است اگر اشارت
می شود از ذکر آں ہم چارہ نیست و کان
ذالک فی اواخر ذی الحجۃ سنۃ الف واحد و
مائۃ الٰہی این چند ورق ہا از ایدی طالبان کاہل
گوش و لعبت گران لغو نیوش محفوظ و مصؤن دار بحرمت
سید الابرار و آلہ الاطہار و صلی اللہ علی محمد و علی آلہ و سلم۔

تمت

رقص کرتے ہیں اسکا نام تواجد روحانی ہے یہ نہایت
سینہ کی کشادگی اور خوشوقتی پر دال ہے اگرچہ اس قسم کے
رقص کا عوام زیادہ اعتبار نہیں کرتے اور اس ہجوم والے
سماع سے کشادگی پاتے ہیں مگر خواص جانتے ہیں کہ یہ حرکت
کہاں سے ہے یعنی سجود قلب کی ہے اور جو شخص پہلے
پہل اس مجلس میں اٹھے اور جو کام رقص میں کرے
اور جو کچھ اس مجلس میں ہو سب اس کے ذمہ ہے اگر
بہتر ہے تو بہتر اگر برا ہے تو برا اور سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ
نے فرمایا ہے کہ اگر صوفی کی پیٹھ زمین پر لگ جائے تو اپنے کو
یا اپنے کپڑوں کو قربان کرے اور صاحب رسالہ قشیریہ فرماتے
ہیں کہ جس شخص سے حرکت صادر ہو خواہ مبتدی ہو یا متوسط
یا منتہی اس کے حال میں کچھ کچھ نقصان آویگا اور جبتک
ہجوم اور غلبہ نہ ہو اپنی جگہ سے ہلنا نہ چاہیے اور جہاں تک
ممکن ہو ثابت اور راسخ رہنا چاہیے یہ اسکا آخر ہے
جس کے لیے ہمنے قلم اٹھایا تھا اور ابتک بعضے طریقے
توقف میں رہ گئے ہیں اگر اشارہ ہوگا اسکے ذکر کرنے
سے چارہ نہیں ہے۔ آخر ذی الحجہ سنہ گیارہ سو ایک میں
یہ رسالہ ختم ہوا خداوندا ہمارے ان چند ورقوں کو کاہل
طالبوں اور غافل لوگوں سے بچا رکھیو بحرمت سید الابرار
و آلہ الاطہار و صلی اللہ علی محمد و آلہ و سلم۔ فقط۔

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں زمان مسعود آوان محمود نسخہ کشکول شریف از حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہٗ
مع ترجمہ اردو بامحاورہ بتصحیح تام و تنقیح مالا کلام در مطبع مجتبائی دہلی حلیہ الطباع در بر کشید۔